

# یاران ناشناس

## الف راجیوت



www.urdu novels mania . com

Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novels mania . com

## ناول: یارانِ ناشاس

### از قلم: الف راجپوت

آسمان سے سیاہی کی چادر ہٹتے ہی زمین پر زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ پرندوں کی چھٹاٹ اور پھولوں کی مدھم سی خوشبوؤں نے صبح کی تازگی میں اضافہ بخشتا تھا۔

اگر ایسے میں کراچی کے ایک گھر سید لاج کے تہہ خانے میں بنے جم میں جھانکو تو ایک شخص سیاہ اور سفید رنگ کی دھاریوں والے ٹریک سوٹ میں ملبوس ٹریڈل پر تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ مسلسل بھاگنے کی وجہ سے اس کا تنفس پھولا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد ایک آدمی خاموشی سے آکر ٹریڈل سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں بولو شیراز" وہ بغیر اس کی طرف دیکھے بولا۔

"سر علین بی بی مل گئی ہیں" اس نے بمشکل ٹریڈل کا ہینڈل پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ جواباً شیراز نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی ہے؟"

"جی سر"

"کسی طرح اس کا ڈی این اے ٹیسٹ کرواؤ۔ میں شکوک و شبہات میں نہیں رہنا چاہتا"

اس نے چھت پر نظریں جمائے کہا۔ پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر شیراز کے ہمراہ باہر چلا گیا۔

- :: \_\_\_\_\_ :: -

آج پھر اکیڈمی سے ہاسٹل واپس جاتے ہوئے اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ شدید گرمی اوپر سے سیاہ عبایا نے اس کا برا حال کر رکھا تھا۔ ایسے میں یہ ایک نیا عذاب۔ تیز تیز چلتے ہوئے اس نے ہلکا سا مڑ کر دیکھا مگر ہر بار کی طرح اس بار بھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ گہرا سانس لے کر اس نے کچھ سوچا اور پھر ایک گلی میں مڑ گئی۔

جیسے ہی پیچھا کرنے والا گلی میں داخل ہوا اس نے دیوار کی اوٹ سے نکل کر تیزی سے اس کے پیٹ میں ٹانگ گھما کر ماری۔ اس کام میں عبایا کی فال نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ نتیجاً وہ شخص کراہتا ہوا زمین پر جھکتا چلا گیا۔

"کون ہو تم؟ میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟ کس نے بھیجا ہے تمہیں میری جاسوسی کے لیے؟" اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال داغ دیے۔

"مجھے نہیں پتا کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں تو آپ کو جانتا تک نہیں ہوں" وہ شخص بمشکل کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"تین ہفتے۔ تین ہفتے سے تم میرا پیچھا کر رہے ہو اور تم کہہ رہے ہو کہ تم مجھے جانتے تک نہیں۔ واہ کیا بات ہے" اس نے طنزیہ ہلکی سی تالی بجائی۔

"دیکھیے مس آپ کو کوئی غلط۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ شخص اپنی بات مکمل کرتا ایک بار پھر اس کے پیٹ میں بہت زور سے ٹانگ آکر لگی۔

"آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟" اس نے اپنے بیگ کی سائڈ پاکیٹ سے پیپر کٹر نکال کر اس کے سامنے لہرایا۔

"سید سیف شاہ نے مجھے بھیجا ہے" کٹر کو دیکھ کر وہ شخص جلدی سے بولا۔

www.urdu novels mania.com

"کہہ دینا اپنے باس کو کہ اگر جا سوسی سے دل بھر گیا ہو تو ذرا اپنا دیدار بھی کروادیں۔ اور اگر تم نے آئندہ میرا پیچھا کیا تو میرا اسمنٹ کا کیس کروادو نگے تم پر۔ آئی سمجھ" پھر سے اسے ایک ٹانگ رسید کر کے وہ واپس پلٹ گئی۔

-: \_\_\_\_\_ -:

"علین تم سے کوئی ملنے آیا ہے"

وہ تولیے سے اپنے بال خشک کرتی ہوئی ہاتھ روم سے باہر آئی تو اس کی روم میٹ فرحین نے اسے مطلع کیا۔

"بابا آئے ہوں گے" وہ خوشی سے کستی الماری کی طرف بڑھی کہ فرحین کی اگلی بات پر رکنا پڑا۔

"نہیں کوئی اور ہے"

"کون؟" اس نے تعجب سے فرحین کو دیکھا۔

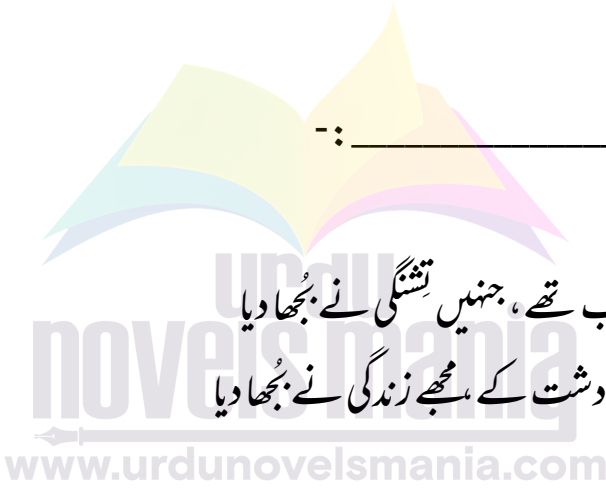
"شاید کوئی سیفین شاہ ہے"

ایک دم سے اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔

"اوہ تو وہ ہیں۔ ویسے کافی جلدی ملنے آ گئے۔ اس بار اتنی تیزی کی امید نہیں تھی مجھے۔" اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئی۔

تسلی سے حجاب باندھنے اور اپنا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ فرحین کو اشارہ کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

-:-: \_\_\_\_\_ :-:-



کئی آرزو کے سراب تھے، جنہیں تشنگی نے بٹھا دیا  
میں سفر میں تھا کسی دشت کے، مجھے زندگی نے بٹھا دیا

یہ دُھواں دُھواں جو خیال ہیں، اسی بات کی تو دلیل ہیں  
کوئی آگ مجھ میں ضرور تھی، جسے بے حسی نے بٹھا دیا

کہاں ختم ہے مجھے کیا پتہ، میری کشمکش کا یہ سلسلہ

میں چراغ بن کے جلا ہی تھا، مجھے پھر کسی نے بٹھا دیا

وہ جواک سفر کا جنون تھا، وہ جو منزلوں کی تلاش تھی  
جو ٹرپ تھی مجھ میں کہاں گئی، مجھے کس کمی نے بٹھا دیا

"السلام علیکم" ویزٹنگ روم میں داخل ہو کر اس نے پراعتماد لہجے میں سلام کیا۔

سامنے والا شخص اسے دیکھ کر اپنی جگہ پر ساکت رہ گیا تھا۔ کچھ ایسا ہی حال اس کا بھی تھا۔

"آپ کون ہیں اور مجھ سے کیوں ملنے کیوں آئے ہیں؟" جلد ہی خود پر قابو پا کر اس نے پروقار انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں سید سیف شاہ ہوں۔ سید ہاناش شاہ کا بھائی" ان کے کہنے پر وہ ایک بار پھر ساکت ہوئی تھی۔



"مم میں کسی ہاناش کو نن نہیں جانتی" ناجانے کیوں الفاظ زبان کا ساتھ دینے سے انکاری تھے۔

"آپ کے منع کرنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی بیٹا" ایک کرب بھری مسکراہٹ ان کے چہرے پر نمودار ہوئی۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟"

"آپ کو وہاں لے جانے جہاں آپ کو ہونا چاہئے"

Urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"کہاں؟"

"سید لاج میں"

اس نے تلخی سے انہیں دیکھا۔

"اب تک آپ کہاں تھے؟"

"آپ کی تلاش میں" یکدم ہی ان کے لہجے میں صدیوں کی تھکن آگئی تھی۔

"کیا آپ کے لیے اتنا ناممکن تھا مجھے ڈھونڈنا کہ اب تک مجھے بے نام و نشان رہنا پڑا؟"

"ناممکن ہی تھا کیونکہ آپ نے اپنا نام اپنی پہچان جو بدل لی تھی۔"

"جی بالکل۔ میں اپنی پہچان بدل چکی ہوں اس لیے میرا آپ سے یا کسی بھی شخص سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مجھے اپنی اسائنمنٹ بنانی ہے تو آپ مجھے اجازت دیجیے۔" سپاٹ لہجے میں کہتی ہوئی وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میری بات پر غور ضرور کیجیے گا۔ اس گھر کے درودیوار اور مکین آج بھی پر امید ہیں کہ ان کی پرنس ایک دن ضرور واپس آئے گی۔"

اس کے قدم تھے۔

"کیونکہ انسانوں سے امیدیں وابستہ کرنا خود کو بے وقعت کرنے کے مترادف ہے۔" اس نے بغیر مڑے کہا اور کمرے کی دہلیز پار گئی۔

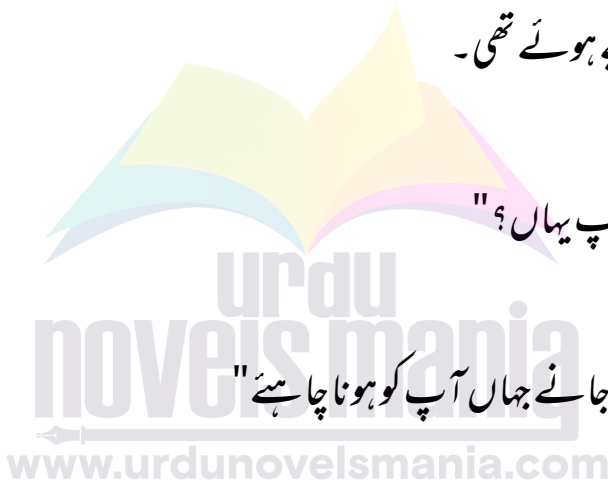
"مجھے معاف کر دو حرم۔ میں تم سے کیا ہوا وعدہ نہیں نبھاسکا" سیفین شاہ نے ایک تھکی ہوئی سانس ہوا کے سپرد کی۔

:- \_\_\_\_\_ :-

وہ مسلسل نیند میں بے چین ہو رہی تھی۔ کبھی سر اٹھا کر تکیے پر پٹختی تو کبھی کروٹ بدلتی لیکن بے چینی حد سے سوا تھی۔ چند لمحوں بعد ایک جھٹکے سے اس کی آنکھیں کھلیں۔ گہرے سانس لیتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا۔ فرحین اپنے بیڈ پر آرام سے سوئی ہوئی تھی۔ بیڈ سے اتر کر وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آکھڑی ہوئی۔

آسمان پر ننھے ننھے تارے ٹمٹمارہے تھے۔ اس نے بچپن میں سنا تھا کہ جو مر جاتا ہے وہ تارا بن جاتا ہے۔ بے ساختہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔۔

"مما بابا کیا آپ بھی تارا بن گئے ہیں؟ لیٹ می گیس کہ کون سا تارا آپ ہیں؟ میرا خیال ہے کہ ماما وہ والا تارا ہیں۔ نہیں شاید وہ والا" ایک افسردہ سی مسکراہٹ مسلسل اس کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔



"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟"

"آپ کو وہاں لے جانے جہاں آپ کو ہونا چاہئے"

"کہاں؟"

"سید لاج میں"

یک نخت اس کے ذہن میں کئی آوازیں گونجیں۔

"سید لاج میرا منتظر ہے" اس نے خود کلامی کی۔

"آپ کی پرنس اپنے گھر ضرور جائے گی بابا۔ آپ کی پرنس آپ کا بدلہ ضرور لے گی۔ اور کبھی کسی مظلوم کے ساتھ نا انصافی نہیں ہونے دے گی" آسمان کے وسط میں موجود ستارے کی چمک میں اضافہ ہوا جیسے وہ اس کی بات پر خوش ہوا ہو۔

"علین یہ تم ہو؟ تم وہاں کیا کر رہی ہو؟" اچانک کسی کی آواز آنے پر وہ مڑی۔ فرحین نیند سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھولے بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔ سو جاؤ" اس نے ہاتھ روم کی جانب قدم بڑھا دیے۔ فرحین نے ابھٹھن سے اسے دیکھا پھر کندھے اچکا کر دوبارہ لیٹ گئی۔

-:-

"السلام علیکم!" ایک ہاتھ سے موبائل کان کے ساتھ لگائے دوسرے ہاتھ سے تہہ شدہ جوڑہ بیگ میں رکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"وعلیکم السلام"

"کیا سیف چاچو سے بات ہو سکتی ہے؟" دوسری جانب چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"میں سیف ہی بول رہا ہوں بیٹے" اب کی بار ایک خوشی سے کانپتی ہوئی آواز ابھری۔

"میں آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میری ایک شرط ہے" علین کے لہجے کے سنجیدہ پن میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔

"اور وہ کیا ہے؟"

"میں اپنے ہر فیصلے میں آزاد رہوں گی۔ اور کوئی مجھ پر بلا وجہ روک ٹوک نہیں کرے گا"

"منظور ہے" اس کی شرط سن کر سیف شاہ نے بے ساختہ پر سکون سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ مجھے کل لینے آجائیے گا" اس کا لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"جی بہتر۔ میں بتا نہیں سکتا کہ آپ کے اس فیصلے سے مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہے" سیف شاہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"فی امان اللہ" اس نے فون بند کر کے ایک سائڈ پر رکھا اور بے تاثر نظروں سے اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

-: \_\_\_\_\_ :-

ٹی وہ لاؤنج میں حمزہ اور مہمل کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔ وہ دونوں کارپٹ پر بیٹھے تھے۔ درمیان میں شطرنج رکھی تھی۔ ولیجہ شاہ سنگل صوفے پر براجمان تھیں۔

"دیکھو حمزہ بڑی میں ہوں تو میری بات مانی جائے گی۔ پہلی چال تم ہی چلو گے" مہمل نے دایاں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا لیکن بڑا لگتا تو میں ہوں نا" حمزہ نے اسے چڑانے کی سعی کی۔

www.urdu novels mania.com

"لگنے سے کیا ہوتا ہے بھلا؟ یوں تو تم شکل سے بندر لگتے ہو تو کیا تم خود کو بندر مان لو گے؟" اس کی آنکھوں میں شرارتی چمک تھی جبکہ چہرے پر صاف لکھا تھا کہ اسے منانا ناممکن ہے۔



"شکل سے تو تم بھی چھپکلی لگتی ہو"

"پھر تم اپنی نظر چیک کرواؤ۔ خیر یہی تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی ہوں میرے بھائی کہ لگنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اصل چیز ہوتی ہے بڑا ہونا جو کہ میں تم سے ہوں۔ اس لیے تم شرافت سے میری بات مانتے ہوئے پہلی چال چلو" مہمل نے اسے بچوں کی طرح پچکارا۔

ابراہیم آج کل ان دونوں کو شرطیج سکھا رہا تھا۔ ان دونوں کو لگتا تھا کہ عموماً وہی بازی جیتتا ہے جو بعد میں چال چلے۔ اس لیے دونوں میں بحث ہو رہی تھی۔ اسی وقت سیفین شاہ لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"بابا آپ میرے ساتھ شرطیج کھیلیں۔ حماز کو تو کھیلنی آتی ہی نہیں ہے" سیفین شاہ کو دیکھتے ہی مہمل لاڈ سے بولی۔ ساتھ میں حماز کو زبان دکھائی۔

"نہیں بیٹے ابھی آپ دونوں کھیلو۔ میں پھر کسی وقت آپ کے ساتھ کھیلوں گا" انکے انکار پر مہمل منہ بسور کر رہ گئی۔ حماز نے اس پر ایک تمسخرانہ نگاہ ڈالی۔

"کیا بات ہے سیف آپ بہت خوش لگ رہے ہیں؟" ولیجہ شاہ نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"خوش ہونا تو بنتا ہے۔ آخر کار میری پندرہ سال کی کوششیں رنگ لے آئیں۔ علین ناصرت مل گئی ہے بلکہ وہ کل گھر آ رہی ہے۔" ان کے انکشاف نے ولیجہ شاہ کو دم بخود کر دیا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟ کیسی ہے؟ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" ایک دم ہی ان کے لہجے میں صدیوں کی پیاس در آئی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"میں تمہیں امید کا دامن تھا کر پھر سے مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لیے پہلے نہیں بتایا۔ خیر تم اس کا کمرہ تیار کرواؤ۔ میری بیٹی کو کسی چیز کی کمی اور تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔" علین کا ذکر کرتے ہوئے سیف شاہ کے چہرے پر جوا لوہی چمک تھی اسے وہ دور سے ہی محسوس کر سکتی تھیں۔

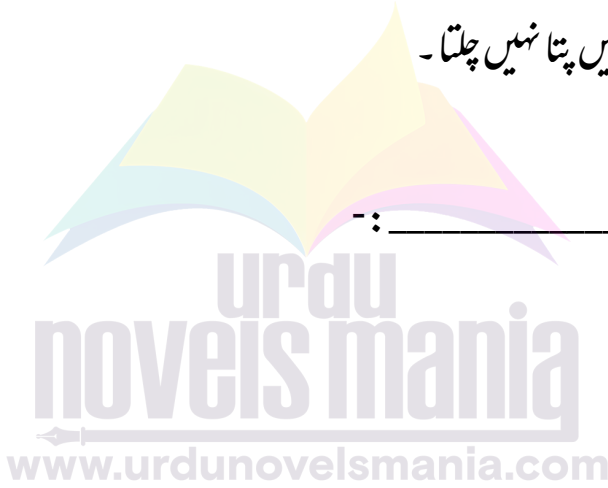
"کس کو کس چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیے؟" ابراہیم جواب بھی ہی گھر میں داخل ہوا تھا سیفین شاہ کا آخری جملہ سن کر نا سمجھی سے بولا۔

"علین آپی آرہی ہیں۔ اب تم دیکھنا مہمل جب میری پارٹنر آجائیں گی تو ہم دونوں مل کر کھیلا کریں گے اور تم ہمیں دیکھ کر کڑھتی رہو گی۔" حماز صاحب کو بھی بالآخر رعب جھاڑنے اور اپنے پرانے سارے بدلے لینے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

"بابا یہ کزن ڈسیریسٹ کچھ زیادہ ہی جلدی نہیں مان گئیں؟ مجھے تو لگا تھا کہ ناجانے کتنے پا پڑ بیلنے پڑیں گے تب کہیں جا کر ان کی تشریف آوری ہو گی۔" ابراہیم کی بات پر حماز اور مہمل نے بمشکل مسکراہٹ دبائی جبکہ سیفین شاہ اور ولیجہ شاہ نے اس کو زوردار گھوری سے نوازا۔

"انسان کو ہمیشہ مثبت سوچنا چاہئے۔ اور پندرہ سالوں میں ناجانے کتنی دعائیں مانگی ہیں ہم نے اس کو اپنے پاس دیکھنے کے لیے۔ ان شاء اللہ اب اس گھر پر چھائی افسردگی کی چادر ہٹ جائے گی۔" ان سب نے بے ساختہ آمین کہا۔

اور بعض اوقات ہمارے منہ سے نکلنے والے الفاظ اسی وقت قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ بس ہمیں پتا نہیں چلتا۔



بڑا دشوار ہوتا ہے  
ذرا سا فیصلہ کرنا  
کہ جیون کی کہانی کو  
بیان بے زبانی کو  
کہاں سے یاد رکھنا ہے

کہاں سے بھول جانا ہے  
 کسے کتنا بتانا ہے  
 کس سے کتنا چھپانا ہے  
 کہاں رو رو کے ہنسنا ہے  
 کہاں ہنس ہنس کے رونا ہے  
 کہاں آواز دینی ہے  
 کہاں خاموش رہنا ہے  
 کہاں رستہ بدلنا ہے  
 کہاں سے لوٹ جانا ہے  
 بڑا دشوار ہوتا ہے۔۔۔۔۔



علین اپنے سڈمی ٹیبل کی چیزیں سمیٹنے میں مصروف تھی۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا کارٹن رکھا تھا۔ اس نے تمام کتابیں اکٹھی کیں اور انہیں کارٹن میں رکھنے کے لیے جھکی۔

اچانک ایک زوردار آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ دیوار سے ٹکرایا۔ بوکھلاہٹ میں علین کے ہاتھوں سے کتابیں چھوٹ کر زمین پر گررتی چلی گئیں۔

"مجھے ایک بات بتاؤ۔ میں تمہاری دوست ہوں یا دشمن؟" آنے والا جو کوئی بھی تھا شدید غصے میں لگ رہا تھا۔

"ظاہر سی بات ہے۔ تم میری اکلوتی اور بہترین دوست ہو۔ ویسے اتنے غصے میں کیوں ہو؟ کیا ہوا ہے؟" ان کی معصومیت تھی اس کے چہرے پر۔

"یہ میرا ڈائلاگ ہے کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے کہ تم اچانک ہی ہاسٹل چھوڑ کر جا رہی ہو؟" فرحین کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ رہا تھا۔

"پہلے ایک بندہ تمہارا پیچھا کرتا ہے۔ پھر ایک اور شخص تم سے ملنے آتا ہے اور ناجانے کیا بکواس کرتا ہے کی تم سب کچھ چھوڑ کر فوراً ہی اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جاتی ہو۔ کیا تم مجھے بتانا پسند فرماؤ گی کہ تمہیں کون سا دورہ پڑا ہے؟" فرحین نے استفسار کیا۔

علین نے خاموشی سے زمین پر بیٹھ کر کتابیں اٹھائیں اور انہیں ترتیب سے کارٹن میں رکھا۔ پھر فرحین کی طرف رخ کیا۔ فرحین کے رد عمل کا اسے پہلے ہی اندازہ تھا اسی لیے وہ پرسکون تھی۔

"بیٹھو یہاں" اس نے فرحین کو کندھوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔ پھر خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"میں چھ سال کی تھی جب میرے والدین کی وفات ہوئی تھی۔" فرحین نے اسے حیرت سے دیکھا لیکن وہ مزید بول رہی تھی۔

"ایک دن ہم نے پنکک کا پلین بنایا تھا۔ میرا چھوٹا بھائی حماز جو کہ اس وقت ایک سال کا تھا، اسے چچی کے پاس چھوڑ کر میں اور ماما بابا چلے گئے۔ اس دن بارش بہت زیادہ ہوئی تھی جس کی وجہ سے سڑکوں پر پانی جمع ہو گیا تھا۔ گھر واپس آتے ہوئے اچانک گاڑی سڑک پر سلب ہوئی اور ایک بجلی کے ٹاور سے جا ٹکرائی۔ ایکسڈینٹ اتنا شدید ہوا تھا کہ ماما بابا اسی

وقت مر گئے۔ "فرحین نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھ لیے۔ کمرے کے در و دیوار نے دکھ سے اس پھول سی لڑکی کو دیکھا جس کا دکھ واقعی بہت بڑا تھا۔

"مجھے بھی بہت چوٹیں آئی تھیں جس کی وجہ سے میں بیہوش ہو گئی تھی۔ لوگ ماما بابا کو گاڑی سے نکال کر ہسپتال لے گئے لیکن مجھ پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔ میں ہوش میں آئی تو گاڑی سے باہر نکل آئی۔ میرے زخموں میں شدید درد ہو رہا تھا۔ ایک شخص میری چیخیں سن کر میرے پاس آیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس شخص کا نام ولید بخاری تھا۔ ان کی کوئی بیٹی نہیں تھی چار بیٹے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنی اولاد کی طرح پالا۔ لیکن دو سال پہلے مجھے ہاسٹل میں ڈال دیا کیونکہ ان کے بیٹے جوان ہو گئے تھے کہ جو بھی تھا وہ لڑکے میرے لیے غیر تھے اور ان کی موجودگی میں ولید بخاری نے مجھے اپنے گھر میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا" اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے عاری تھا جیسے کوئی رٹا رٹا یا سبق پڑھ رہی ہو۔

یہ وہ کہانی تھی جو اس نے باقی لڑکیوں کو بھی سنائی تھی لیکن کون جانے کہ اس میں کس قدر سچائی تھی۔



"سیف شاہ میرے چاچو ہیں۔ بقول ان کے پندرہ سال سے وہ میری تلاش میں در در کی خاک چھان چکے ہیں۔ لیکن چونکہ میری ولدیت تبدیل ہو چکی تھی اس لیے وہ مجھے ڈھونڈ نہیں پائے۔ اب وہ مجھے ماما بابا کے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ سچ بتاؤں فرحین تو میں بھی جانا چاہتی ہوں۔ ماما بابا نہ سہی ان کی چیزیں اور یادیں ہی سہی۔ ولید بخاری نے مجھے چاہے کتنے ہی پیار سے کیوں نارکھا ہو وہ میرے بابا کی جگہ تو نہیں لے سکتے نا۔" اب اس کے چہرے پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس نے چہرہ موڑ کر فرحین کو دیکھا۔

"تمہیں واقعی جانا چاہیے۔ میں تمہیں ہرگز نہیں روکوں گی۔" فرحین نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہاں تمہارے علاوہ میری کوئی دوست نہیں ہے۔ میں تو اکیلی رہ جاؤں گی۔" یکلخت ہی فرحین کے چہرے پر مسکینیت طاری ہوئی تھی۔

"ہوں مسئلہ تو واقعی گھمبیر ہے۔" علین نے مسکراہٹ دبا کر مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"تم ایسا کرنا کہ وہ جو ہماری فیلوشپلارہتی ہے نا اسی ہاسٹل میں تم اس کے کمرے میں شفٹ ہو جانا۔" اور اس نے ایک منٹ میں ہی فرحین کا مسئلہ حل کر دیا۔

"تم۔ تم نا علین دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" فرحین نے پاس پڑا کشن اٹھا کر اس کو دے مارا۔

"یار میں کراچی ہی تو جا رہی ہوں۔ تمہارا بھی تو گھر وہی پر ہے۔ تم مجھ سے با آسانی مل سکتی ہو"

"لیکن صرف چھٹیوں میں"

www.urdu-novels-mania.com

"تم بھی کراچی آ جاؤ۔ وہاں سے ایگزامز میں اپنیر ہو جائیں گے۔"

"آئیڈیا تو اچھا ہے مگر ابھی تو تم مجھے اکیلی چھوڑ کر جا رہی ہو نا۔" فرحین نے پھر سے کشن اٹھا کر اسے مارا۔ علین کا منہ کھل گیا۔

"صبر کرو ذرا تم" علین نے بھی جوانی کا رروانی کی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں بیڈ پر چت لیٹی ہنس رہی تھیں۔ کمرے کے درو دیوار افسردگی سے مسکرا دیے اور ان جلت رنگ قمقٹوں کو یادوں کے خانے میں محفوظ کر لیا۔

\*\*\*\*\*

ہاسٹل کے وزیٹنگ روم میں پھیلی خاموشی کو سیفن شاہ کی آواز نے توڑا تھا۔

"علین تم مجھے کس سے ملونا چاہتی ہو؟" یہ سوال وہ کئی بار پہلے بھی پوچھ چکے تھے۔

"چاچو تسلی رکھیں۔ وہ بس ابھی پہنچ جائیں گے۔ پھر آپ براہ راست ان سے مل لیجیے گا۔"

چند منٹ بعد وزیٹنگ روم میں ایک شخص داخل ہوا۔ آنے والا ایک درمیانے قد اور ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔

"لیں وہ آ گئے۔" علین اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی سیفین شاہ بھی آنے والی ہستی سے ملنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

"چاچویہ ولید بخاری ہیں میرے بابا۔ انہوں نے ہی مجھے اپنے پاس رکھا تھا۔" علین اب فخر سے سیفین شاہ کا ان سے تعارف کروا رہی تھی۔ اور سیفین شاہ ایک لمحے کے لیے ماضی کی یادوں میں کھو گئے تھے۔

"السلام علیکم!" با مشکل خود کو سنبھالتے ہوئے انہوں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جبے ولید بخاری نے گرم جوشی سے تھام لیا۔

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ میں شاید پوری زندگی بھی اس کا بدلہ نہ چکا سکوں۔" سیفین شاہ نے عاجزی سے کہتے ہوئے ان کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔

"ارے آپ مجھے گناہ گار کر رہے ہیں اور میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اللہ نے مجھے اس بچی کی حفاظت کے لیے چنا تھا۔ آپ کو اس ذات کا شکر ادا کرنا چاہیے۔"

ان کی باتوں کے دوران علین جا کر کمرے سے اپنا سامان لے آئی تھی۔ فرحین بھی اس کے ساتھ تھی۔

"امید ہے آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ کبھی بھی کسی بھی قسم کی مدد درکار ہو بلا جھجک مجھ سے کہیے گا۔ میرے لیے اعزاز کی بات ہوگی اگر میں آپ کے کسی کام آسکا۔"

"بابا مجھے بھول مت جائیے گا۔ میں اتنی جلدی آپ کی جان نہیں چھوڑنے والی۔" علین کے شرارتی لہجے پر وہ سب ہی ہنس دیے۔

"بالکل میری بیٹی جب چاہے مجھ سے ملنے آ سکتی ہے۔" ولید بخاری کے کہنے پر وہ مسکرا دی۔

"یار علین میں اکیلی کیسے رہوں گی یہاں؟ تم میری اکلوتی دوست تھی۔ تم بھی مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔" فرحین نے اس کے گلے لگ کر کہا۔

وہ دونوں ہاسٹل کی پارکنگ میں کھڑی تھیں۔ سیفین شاہ اس کا سامان گاڑی میں رکھوا رہے تھے جبکہ ان کے گاڑز پارکنگ کے باہر کھڑے ارد گرد کی نگرانی کر رہے تھے۔ علین نے اس سے علیحدہ ہو کر اس کو گھورا۔

"میں دوسرے شہر میں جا رہی ہوں دوسرے سیارے پر نہیں۔ اور تھی سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا اب میں تمہاری دوست نہیں ہوں؟" علین نے اس کو ڈپٹا۔

"اب بھی ہو لیکن پہلے کی بات کچھ اور تھی۔ اب تھوڑی نامیں تم سے ساری باتیں سن کر سکوں گی"

"کلی بات ہے نا کہ تم سی ایس ایس کا ایگزام دینا چاہتی ہو؟ تمھاری بچکانہ باتیں سن کر لگ تو نہیں رہا۔" علین کے گھر کنے پر فرحین نے نخکی سے اسے دیکھا۔

"علین آ جاؤ بیٹا۔"

سیف شاہ کی آواز پر دونوں نے مڑ کر ان کو دیکھا۔ ڈرائیو نے گاڑی کا دروازہ کھولا ہوا تھا لیکن وہ اسی کے انتظار میں گاڑی کے باہر کھڑے تھے۔ کچھ فاصلے پر ولید بخاری اپنی گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔

"اچھا اب مزید ڈرامے نہ کرنا۔ اپنا خیال رکھنا۔ اگر بورہونے لگو تو شہلا کو بلالینا۔ اور تم بھی جلدی آ جانا"

www.urdu novels mania.com

"شہلا کو بلانے سے اچھا ہے کہ میں بورہی ہو جاؤں۔ تم بھی اپنا خیال رکھنا اور مجھے پہنچنے کی اطلاع لازمی دے دینا"

دونوں نے الوداعی کلمات کا تبادلہ کیا۔ پھر علین گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ ولید بخاری کے سامنے سر جھکا کر ان سے پیار لیا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ چند لمحوں بعد گاڑیوں کا قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

خزاں کی رت میں میں گلاب لہجہ بنا کہ رکھنا کمال یہ ہے  
ہوا کی زد پہ دیا جلانا۔ جلا کے رکھنا کمال یہ ہے

urdu  
novels  
mania  
www.urdu-novels-mania.com

دو گاڑیاں آگے پیچھے سید لاج کے پورچ میں آکر رکیں۔ پورچ میں کھڑے ملازموں نے بھاگ کر پہلی گاڑی کے پچھلے دروازے کھولے۔ دوسری گاڑی میں سے گارڈز نکل کر تیزی سے سید لاج کے باہر پھیل گئے تھے۔



سیفین شاہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے گاڑی سے نکلنے میں مدد دی۔ ہلکے پیلے اور جامنی رنگ کے سوٹ میں ملبوس، سر پر جامنی رنگ کا حجاب باندھے وہ علین ملک تھی۔ مہمل، حماز اور ولیجہ شاہ جو کہ پورچ میں ہی اس کا انتظار کر رہے تھے فوراً اس کی طرف بڑھے۔

"حرم" اس کو دیکھ کر بے ساختہ ولیجہ شاہ کے منہ سے نکلا۔

"حرم نہیں علین"

اس کی ہچکچاہٹ کو بھانپ کر سیفین شاہ نے اسے نرمی سے شانوں سے تھام کر ان کے سامنے کیا۔

www.urdu novels mania.com

ولیجہ شاہ اور مہمل سے مل کر وہ اس کی طرف بڑھی جو اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔

"حماز آپ سے نہیں ملو گے؟" علین نے اس کے سامنے اپنے بازو پھیلائے مگر اس کے وجود میں جنبش تک نہ ہوئی۔

"آپ۔ آپ کہاں تھیں؟

"ایک بار بھی آپ کو میرا خیال نہیں آیا؟ ایک بار بھی مجھ سے ملنے کا دل نہیں کیا؟" وہ جو اب تک خود کو مضبوط ظاہر کر رہی تھی، حماز کی رندھی ہوئی آواز پر اس کا ضبط ختم ہو گیا۔  
بائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا۔

"اب بھی تو تمہارے لیے ہی آئی ہوں۔" اس نے حماز کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر ماتھے پر بوسہ دیا۔ وہاں پر موجود ہر شخص کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

"حماز آپ کی کو اندر تو لے چلو۔ کیا اب سزا کے طور پر یہیں کھڑا رکھو گے؟" ماحول کے بوجھل پن کو ختم کرنے کے لیے سیفین شاہ نے بشاشت سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اسے ساتھ لگائے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

\*\*\*\*\*

"علین بیٹا آپ تھوڑا سا آرام کر لو۔ ان کے سوال و جواب تو ختم ہی نہیں ہونگے۔" پچھلے دو گھنٹوں سے مہمل اور حماز اس کو باتوں میں لگائے ہوئے تھے۔ اب بھی ولیجہ شاہ کے کہنے میں انہوں نے برا سا منہ بنایا لیکن خاموش ہو گئے۔

"کیا میں ماما بابا کے کمرے میں رہ سکتی ہوں؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی جھجھک تھی۔

"بالکل میں نے آپ کے لیے وہی کمرہ تیار کر دیا ہے۔ جاؤ مہمل آپنی کو کمرہ دکھاؤ"

"نہیں میں چلی جاؤنگی۔" مسکرا کر مہمل کو واپس بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک

اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تیری کمی ہے

وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کمرے میں آخری بار وہ تقریباً پندرہ سال پہلے آئی تھی۔ آج بھی یہ کمرہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ پندرہ سال پہلے۔ کمرے کے در و دیوار جیسے کوئی داستان سنار ہے تھے۔

اس کی حالت عجیب سی ہوتی جا رہی تھی۔ ایک ایک چیز کو چھوتے ہوئے پتا ہی نہیں چلا کہ کب آنسو اس کا چہرہ بھگونے لگے۔

کمرے کے وسط میں ایک جہازی سائز بیڈ تھا۔ بیڈ کے اوپر ہاناش اور حرم کی تصویر لگی ہوئی تھی جو غالباً ان کے نکاح کی تھی۔ دائیں دیوار کے آخر میں چند فٹ کی راہ داری تھی جس کے آخر میں ایک دروازہ نصب تھا جبکہ بائیں دیوار میں سٹڈی روم سے ملانے والا گلاس ڈور لگا ہوا تھا۔ وہ گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔

سڈمی روم کے چاروں اطراف میں چھوٹی بڑی الماریاں نصب تھیں جن میں بے تحاشہ کتابیں رکھی تھیں۔ ایک کونے میں میز اور کرسی رکھی تھی۔ یہاں بیٹھ کر اس کے بابا مطالعہ کرتے تھے۔ کرسی کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی وہ آگے بڑھی۔

اس سے کچھ فاصلے پر دیوار گیر کھڑکی تھی جس کے سامنے سفید پردے گرے ہوئے تھے۔ اس نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر دیکھا۔ ذہن کی سلیٹ پر دوسرا منظر ابھرا۔ وہ لان میں آگے آگے بھاگ رہی تھی اور پیچھے اس کو پکڑنے کی کوشش میں بے حال ہوتی حرم۔ بمشکل سسکیوں کا گلہ گھونٹتے ہوئے اس نے پردے دوبارہ کھڑکی کے سامنے ڈال دیے۔

کھڑکی کے پاس سفید رنگ کے صوفے پڑے تھے۔ صوفوں کو دیکھتے ہوئے سوچ کا دھارا نئی سمت میں بہنے لگا۔ حرم صوفے پر بیٹھی تھی۔ سامنے سیاہ رنگ کی کچھ فائلز کھلی پڑی تھیں۔ جن سے دیکھ کر وہ نکات اپنی مخصوص ڈائری میں نوٹ کر رہی تھی۔ ہاناش کرسی پر بیٹھا تھا اور علین اس کی گود میں بیٹھی اس کے چائے کے کپ میں بسکٹ ڈبو کر کھا رہی تھی۔

آنسو متواتر چہرہ بھگور رہے تھے۔

کمرے کے دروازے پر ہوتی دستک اسے ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی۔ چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ گلاس ڈور کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

ملازمہ کے کمنے پر وہ ڈنر کے لیے نیچے آگئی تھی۔ سفید رنگ کے قمیض شلوار پر پرنٹڈ دوپٹے کا حجاب باندھے اب وہ پہلے سے قدرے پرسکون نظر آ رہی تھی۔

ٹی وی لاؤنج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصے میں کارپٹ، صوفے اور ٹی وی موجود تھا۔ سب اپنے فارغ وقت میں وہیں آ جاتے تھے۔ دوسرے حصے کو درمیان میں شیشے کا دروازہ لگا کر ڈائننگ ہال بنایا ہوا تھا۔

ڈاننگ ہال میں ابراہیم کے علاوہ سب موجود تھے۔ وہ سب کو مشترکہ سلام کرتی ہوئی حماز کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

اسی وقت دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم ایوری ون!"

علین نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا جو عین اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"لاڈ صاحب آج کہاں کہاں آوارہ گردیاں کر کے آئے ہیں؟" سیف شاہ کے برہمی سے پوچھنے پر اس نے برا سامنے بنایا۔

"ڈیڈ فورسا خیال کر لیں۔ آج ہی تو کزن صاحبہ تشریف لائی ہیں اور آپ پہلے دن ہی اس کے سامنے میری عزت کا کباڑہ کر رہے ہیں۔" ابراہیم کے مظلومیت سے کہنے پر عین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"یہاں مسکرانے پر ٹیکس نہیں لگتا۔ اس لیے آپ مسکرا سکتی ہیں۔" ابراہیم نے اس کو دیکھ کر خشمکیں لہجے میں کہا۔

"ویسے مجھے لگا تھا کہ ان پندرہ سالوں میں شاید تم تھوڑے بہت سدھر گئے ہو گے لیکن افسوس کہ میں نے غلط شخص سے غلط امید لگالی تھی۔" علین کے سنجیدگی سے کہنے پر سب کے چہروں پر بے ساختہ مسکراہٹ چھا گئی جو ابراہیم کو آگ لگانے کے لیے کافی تھی۔

"موٹے وہ باؤل دواٹھا کر" اس نے حماز کو غصے سے کہا۔

"خود اٹھالیں۔" حماز نے بھی بغیر توقف کے ٹکاسا جواب دے دیا۔

www.urdu novels mania.com

"واہ چھاج تو بولے ہی بولے چھاننی بھی بولے جس میں ستر چھید ہیں۔ مہمل ہم دونوں بہن بھائیوں کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں رہی۔" اس نے کڑھ کر کہا۔



اس کے ڈرامے کو بغیر کسی خاطر میں لائے سب اپنے کھانے میں مشغول رہے تھے۔ البتہ علین اس کو مسکرا کر چڑانا نہیں بھولی تھی۔

\*\*\*\*\*

رات کے اندھیرے کو چیر کر صبح کا اجالا ہر طرف پھیلتا جا رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا کے دوش پر درختوں کے پتے سرسرا رہے تھے۔ پرندے چھاتے اپنے گھروں سے نکل کر پرواز کا مزہ لے رہے تھے۔

اسی مقدس وقت میں خود کے ساتھ کچھ وقت بیتانے کے لیے وہ باہر لان میں آنکلی تھی اور اب ننگے پاؤں نرم و ملائم گھاس پر چل رہی تھی۔

یہ ایک ایک آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ یہ اس آواز کا اثر تھا یا اس کلام پاک کا کہ اس پر سحر طاری ہوتا جا رہا تھا۔ آواز بالکنی سے آرہی تھی جولان سے صاف دکھائی دیتی تھی۔

اس راحت افزا آواز کو سنتے ہوئے وہ خود کو اس کی سمت میں جانے سے روک نہیں پائی تھی۔

جب وہ بالکنی میں پہنچی تو ولیجہ قرآن پاک کو بند کر کے ڈبہ نماریہل میں رکھ رہی تھیں۔ اس سے فارغ ہو کر انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور دعا مانگنے لگیں۔

وہ خاموشی سے ان کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ دعا مکمل کر کے زیر لب کچھ پڑھ کر انہوں نے اس پر پھونک ماری۔ پھر دوپٹہ ڈھیلا کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"تم کب اٹھی؟"

"تھوڑی دیر پہلے ہی۔ نماز قضا ہو گئی تھی تو بس اس کے بعد لان میں واک کرنے نکل آئی" علین دھیے لہجے میں بولی۔

"صبح کی واک بہت راحت افزا ہوتی ہے" ولیجہ نے کہا۔

"ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو"

"آپ کی آواز بہت پیاری ہے۔ کیا آپ روزانہ تلاوت کرتی ہیں یہاں بیٹھ کر؟"

ولیجہ دھیرے سے مسکرا دیں۔ پھر افسردہ لہجے میں بولیں۔

"جب تک حرم تھی تو وہی تلاوت کرتی تھی۔ اس کی آواز مجھ سے کئی گنا زیادہ پیاری تھی۔

بندہ سنے تو سنتا ہی چلا جائے۔ جب تک وہ تلاوت نہیں کرتی تھی، ہماری صبح نہیں ہوتی

تھی۔ اس کی کمی آج تک پوری نہیں ہو سکی۔ میں تو بس اس کی روایت کو برقرار رکھے

ہوئے ہوں۔"

www.urduNovelsMania.com

علین کیا کہتی۔ وہ تو بس اپنے زخموں سے ملنے والی تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کر

رہی تھی۔ وہی زخم جنہیں اس نے بہت مشکلوں سے سیاتھا۔ لیکن یہاں آکر وہ پھر سے

ادھڑ گئے تھے۔

"کل سے تم تلاوت کرنا۔" اچانک ولیجہ کے کہنے پر اس نے زروس ہو کر انہیں دیکھا۔

"میں کیسے؟"

"تم بالکل حرم کا عکس ہو۔ قدرت نے تمہیں اس گھر میں اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اور تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ ناصرف اپنے لیے بلکہ حماز کے لیے بھی۔ اس لیے خود کو مضبوط رکھو۔" ولیجہ کے سمجھانے پر اس نے سر ہلادیا۔

ہاں اب اس کی ماں نہیں تھی تو اسے حماز کا خیال رکھنا تھا۔ اگلے دن وہ بالکنی پر بیٹھی سورۃ الرحمن کی تلاوت کر رہی تھی اور اس کی دل سوز آواز کو سنتے ہوئے سب لان میں آنکھ ملے تھے۔

www.urdu novelsmania.com

\*\*\*\*\*

وہ تو اپنے آپ میں محو تھا اُسے کیا پڑی کہ وہ دیکھتا  
وہ جو بات لرزشِ لب میں تھی، وہ جو چشمِ نم میں سوال تھا

آسمان پر آج تارے نظر نہیں آرہے تھے کیونکہ سیاہ آسمان نے سرمئی بادلوں کی چادر  
اوڑھ رکھی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ٹیرس پر کھڑی آسمان پر نظریں گاڑے جانے کیا تلاش کر  
رہی تھی۔

اس کی محویت کو قدموں کی آواز بھی نہیں توڑ سکی تھی۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی سے اسے  
دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں آسمان پر نظریں دوڑائیں لیکن اسے کوئی  
چیز قابلِ غور نہیں لگی۔ بالآخر اسے گلا کھنکھار کر علین کو اپنی جانب متوجہ کرنا ہی پڑا۔ علین  
نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" ابراہیم نے ہاتھ میں پکڑے کافی کے مگوں میں سے ایک اس کی  
طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں" اس نے گہرا سانس لے کر ابراہیم کے ہاتھ سے کافی کاغذ لیا پھر کچھ فاصلے پر رکھے جھولے میں جا کر بیٹھ گئی۔ ابراہیم منڈیر سے ٹیک لگا چکا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم بتانا ہی نہیں چاہتی۔"

"شاید"

وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"ایک بات کہوں علین۔ ہم میں سے کسی کو بھی امید نہیں تھی کہ تم ناصرف یہاں آ جاؤ گی بلکہ ہمیں معاف بھی کر دو گی۔" ابراہیم کپ سا نیڈ پر رکھ کر سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں نے سب کو معاف کر دیا؟ ابراہیم میں انسان ہوں۔ ایک عام سی انسان جس کے لیے سب کچھ بھلا کر آگے بڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ چند وجوہات کی بنا پر مجھے ان پندرہ سالوں کو فراموش کرنا پڑا لیکن صرف پندرہ سال۔ نہ ایک لمحہ کم اور نہ زیادہ۔"

"تو تم یہاں کسی مقصد کے تحت آئی ہو؟" ابراہیم کے چہرے پر حیرانی تھی۔

"انسان تو اس دنیا میں بھی کسی نہ کسی مقصد کے تحت آتا ہے۔" اس کے چہرے پہ پراسرار سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئی۔

ابراہیم چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر افسردگی سے بولا۔  
 "علین بدلہ لینے سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ ہم سب نے ہی کچھ نہ کچھ کھویا ہے۔ تکلیف میں اگر تم رہی ہو تو سکون میں ہم بھی نہیں رہے۔"

"بے فکر رہو۔ خون کا نہ سہی لیکن رشتہ تو ہے نہ ہمارا۔ اور بقول تمہارے جب معاف کر دیا تو بدلہ کیسا۔ کافی کے لیے شکریہ۔"

"جلدی یاد آگیا۔" ابراہیم کے خفگی سے کہنے پر اس نے مسکراہٹ دبا کر کندھے اچکا دیے۔

"تم کیا کرتے ہو آج کل؟"

"برمودہ ٹرائینگل میں جانے کے لیے شب تیار کر رہا ہوں۔" اس کے سنجیدہ لہجے پر علین نے حیرت سے دیکھا پھر اچانک ہنس پڑی۔

"تم ہمیشہ ایسے ہی جلتے کڑھتے رہتے ہو؟"

"بے فکر رہو۔ اب خود نہیں جلا کرونگا کیونکہ اب میں تمہیں جلایا کرونگا۔" ابراہیم منڈیر پر دونوں ہاتھ جما کر اس پر چڑھ کر بیٹھا۔ پھر اسے دیکھ کر تسلی سے بولا۔

"خوش فہمیاں لیے ہی دنیا سے کوچ کر جانا" علین نے تمسخر سے سر جھٹکا اور خاموشی سے کافی پینے لگی۔

"اس سے پہلے کہ بارش شروع ہو ہمیں اندر چلے جانا چاہئے کیونکہ میں بیمار نہیں ہونا چاہتا" چند لمحوں بعد ابراہیم منڈیر سے اترتے ہوئے بولا۔



"ہاں اتنے تم نازک مزاج کہ دو بوندوں پر ہی بیمار ہو جاؤ گے۔" علین کے طنز کو اُن سنا کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ علین بھی اپنا خالی مگ اٹھا کر اس کی تقلید میں چل پڑی۔

\*\*\*\*\*

یہ منظر روشنیوں کے شہر کراچی کی ایک ہائی کلاس سوسائٹی کا ہے۔ ایک ہی طرز پر بنے تمام گھر روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ انہی گھروں میں سے ایک گھر سیڈ لاج بھی تھا جس کی ٹیسر گلی سے ہی نظر آتی تھی۔

اگر اسی ٹیسر کے ذریعے گھر کے اندر جھانکو تو دوسری منزل پر واقع کمرے میں وہ نماز پڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں گندمی رنگت چمک رہی تھی۔

چند لمحوں بعد اس نے جائے نماز کو تہہ کر کے الماری میں رکھا۔ پھر بیڈ پر بیٹھ کر خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھنے لگی۔ بچپن کی تمام یادیں ایک ایک کر کے ذہن کی سلیٹ پر ابھر

رہی تھیں۔ کچھ یادیں اس کو مسکرا نے پر مجبور کر رہی تھیں تو کچھ یادیں اس کے دل کو تکلیف میں جکڑ رہی تھیں۔

وقت گزاری کے لیے وہ اٹھ کر اسٹڈی روم میں آگئی۔ بک ریکس کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹھک کر رکی۔ ایک بک ریک میں ایک ہی جیسی بہت ساری ڈائریاں رکھی تھیں۔ اس نے ساری ڈائریاں اٹھائیں اور کھڑکی کے پاس رکھے صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

عجیب سی کیفیت کے زیر اثر اس نے ایک ڈائری اٹھا کر کھولی۔ سرورق پر صرف ایک حرف لکھا تھا 'ایچ'۔ صفحہ پلٹا۔ اگلے صفحے کے بائیں کونے میں تاریخ درج تھی۔

www.urdu novels mania.com

28\_11\_1998

"السلام علیکم ڈائری! کیسی ہو؟ میں ٹھیک نہیں ہوں۔ کل تک میں اپنی ساری باتیں سیف سے سنہر کر رہا تھا۔ لیکن اب سے تم میری ہمراز ہو۔ دیکھو ذرا میں ایک اچھا خاصا میچور بندہ

ہوں لیکن میں پھر بھی تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ شاید کچھ کام ہوتے ہی ایسے ہیں کہ انسان لاشعوری طور پر کر بیٹھتا ہے۔"

آگے صفحہ کھالی تھا۔ اس نے چند صفحے مزید پلٹے۔

07\_01\_1999

"تمہیں پتا ہے اس کی شادی ہو گئی۔ وہی جو پچھلے چار سال سے میرے دل و دماغ پر قابض ہے۔ وہی جسے میں سب سے منفرد سمجھتا تھا۔ کبھی کبھی اس کو پانے کی چاہ دل میں شدت سے سراٹھاتی ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اب یہ بات ناممکن ہے۔ میری بس یہی دعا ہے کہ وہ جہاں بھی رہے جس کے ساتھ بھی رہے بس خوش رہے۔"

www.urdu novels mania.com

کھڑکی کے پار بارش برسنا شروع ہو گئی تھی۔ شاید موسم بھی اس کی طرح افسردہ تھا۔ اس نے دوسری ڈائری کھولی۔

18\_05\_2000

"میں اس کو بھوننا چاہتا ہوں۔ لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود وہ اس دل سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اس کو تو شاید میں یاد بھی نہیں ہوؤں گا۔ وہ اپنی دنیا میں خوش ہے اور میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

14\_10\_2001

"کچھ دن پہلے اس کی شوہر کی وفات ہو گئی۔ میں تعزیت کرنے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ لیکن نہیں جاپایا۔ عجیب سے خوف کے زیر سایہ ہوں کہ اگر اس کو دیکھ کر دل پھر سے بے قابو ہو گیا تو۔۔۔۔۔"

حلق میں جیسے کوئی چیز پھنس کر رہ گئی تھی۔ گلہ رندھ گیا تھا۔ اس نے چند صفحات ایک ساتھ پلٹ دیے۔

22\_01\_2002

"تم بھی سوچتی ہو گی کہ میں تم سے باتیں نہیں کرتا۔ دراصل اس کو بھولنے کے لیے میں نے خود کو کام میں اتنا مصروف کر لیا ہے کہ خود کو یاد کرنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔"

14\_08\_2002

"آج میں نے اسے ایک مال میں دیکھا۔ اس کے ساتھ ایک بچی بھی تھی جس نے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ شاید اس کی بیٹی تھی۔ اس کو دیکھ کر میں پھر اسی مقام پر جا پہنچا جہاں آج سے سات سال پہلے کھڑا تھا۔"

آنسو متواتر اس کا چہرہ بھگور رہے تھے۔ اس نے ڈائریاں اٹھا کر ایک سائڈ پر رکھ دیں اور چہرہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر گرا دیا۔ ان ڈائریوں نے اس کا دل عجیب سا کر دیا تھا۔ کسی دوسرے کے بارے میں بات کرنا یا سننا آسان ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی سب کچھ کسی اپنے کے ساتھ ہوتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔ اسے بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

www.urdu novels mania.com

اس کو اسی انداز میں بیٹھے ناجانے کتنی دیر گزری تھی کہ دور کسی مسجد میں اذان ہونا شروع ہو گئی۔ چونک کر اس نے کھڑکی کے باہر جھانکا۔ بارش تھم چکی تھی اور اب رات کا اندھیرا بھی ختم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر اپنی جگہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی سٹڈی روم سے باہر آ گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ بوجھل قدموں سے ڈاننگ ہال میں داخل ہوئی اور سب کو مشترکہ سلام کرتی ہوئی اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی جہاں وہ پچھلے ایک ہفتے سے بیٹھ رہی تھی۔ اس کے دائیں جانب حماز جبکہ سامنے والی کرسی پر ابراہیم بیٹھا تھا۔ اس کی نظر ابراہیم پر پڑی تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ گہری سنجیدہ نظروں سے۔ اس نے آنکھیں چراتے ہوئے اپنی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول نکالے اور بغیر کسی پردھیان دیے خاموشی سے کھانے لگی۔

"علین بیٹا آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔" ولیجہ شاہ نے متفکر لہجے میں استفسار کیا۔

"جی چچی۔ میں ٹھیک ہوں۔ بس رات کو نیند نہیں آئی تھی۔ اسی لیے صبح نماز کے بعد آنکھ لگ گئی تھی۔" وہ زبردستی مسکرائی۔

کھانا کھا کر علین اور حماز تو ریسٹ کرنے چلے گئے کیونکہ وہ دونوں ایک گھنٹہ پہلے ہی کالج سے واپس آئے تھے۔ وہ دونوں اے لیولز کے سٹوڈنٹ تھے۔

وہ ولیجہ شاہ کی تقلید میں لاؤنج میں ہی آگئی۔ ابراہیم فون کان سے لگائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"علین ایک بات کہوں؟" اس نے حیرانی سے ولیجہ شاہ کو دیکھا۔

"جی چچی۔"

"تم مجھے چچی نہ کہا کرو۔ حماز کی طرح تم بھی مجھے ماما کہا کرو۔ یا پھر چھوٹی ماما کہہ لیا کرو جیسے تم بچپن میں کہتی تھی۔ تمہارے منہ سے چچی کا لفظ سن کر اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔" اب کی بار وہ سن ہو گئی تھی۔

"جج جی چھوٹی ماما۔" وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔ پھر خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگی۔

\*\*\*\*\*

کمرے کے دروازے پہ ہونے والی دستک پر اس نے حیران ہو کر دروازے کو گھورا کہ اب کون آگیا۔ حالانکہ اس نے اپنا رات کا کھانا بھی یہ کہہ کر کمرے میں منگوایا تھا کہ اس کو کچھ ضروری کام پٹانا ہے۔

"آجائیں" اس نے کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ڈائری جلدی سے بیڈ کے تنکے کے نیچے گھسیڑ دی۔ باقی ڈائریاں بیڈ کے قریب رکھے بھورے رنگ کے ڈبے میں رکھی تھیں جبے اس نے پاؤں سے بیڈ کے نیچے کر دیا تھا۔

www.urdu novels mania.com

اندرا داخل ہونے والا شخص ابراہیم تھا جو ہاتھ میں دو کافی کے مگ تھامے ہوئے تھا۔

"سوری ٹوڈسٹرب۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"



"تم اندر آچکے ہو ابراہیم۔" اس نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ کی سکرین فولڈ کی۔ ڈائری تکیے کے نیچے رکھتے ہی اس نے لیپ ٹاپ کھول لیا تھا کہ کہیں کوئی ان ڈائریوں کے بارے میں جان نہ لے۔

ابراہیم چلتا ہوا بیڈ تک آیا۔ ایک کافی کا مگ اسے تمھایا۔ دوسرا خود لے کر ایک سائڈ پر پڑے سنگل صوفے پر جا بیٹھا۔ اچانک اس کی نظر بیڈ کے نیچے رکھے اس بھورے ڈبے پر پڑی۔ اس ڈبے کو دیکھ کر وہ افسردگی سے بولا۔

"بڑے پاپا کی ڈائری پڑھ رہی ہو؟"

اس کی بات سن کر علین کو جھٹکا لگا۔ اس کو ان ڈائریوں کا کیسے پتا۔ اس نے حیرانی سے سوچتے ہوئے اس سوال کو لفظوں کو ببادہ بھی اور ٹھادیا۔

"علین میں ان کو بچپن سے جانتا ہوں۔"

"تمھارے علاوہ کس کس کو پتا ہے ان کے بارے میں؟"

"مما اکثر یہاں کی صفائی کرواتی رہتی ہیں۔ لیکن کبھی انہوں نے ان ڈائریوں کا ذکر نہیں کیا۔ مہمل اور حماز کو ان کے بارے میں نہیں پتا۔ ڈیڈ کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اس کی تفصیلی اطلاع پر علین نے گہرا سانس لیا۔

کافی دیر تک کمرے کے در و دیوار خاموشی کو اپنی قوت سماعت میں جذب کرتے رہے۔ اپنا کافی کا گگ ختم کر کے ابراہیم علین سے اس کا خالی گگ بھی لے کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا کہ اس کے نزدیک علین کو فاحال تنہائی کی ضرورت تھی۔ اس کو آگے بڑھنے کے لیے پہلے اپنے ماضی کے کانٹوں کو نکالنا تھا۔ تاکہ آگے بڑھتے ہوئے اس کو کوئی دشواری نہ ہو۔

www.urdu novels mania.com

ابراہیم کے جانے کے بعد علین نے تکیے کے نیچے سے ڈائری نکالی اور پڑھنی شروع کی۔ ایک نیا باب اس کا منتظر تھا۔ نئی داستان، نئے کردار اس کی راہ تک رہے تھے۔ وہ ایک بار پھر اپنے ماں باپ کے زمانے میں داخل ہو گئی تھی۔ اور اسی دنیا میں اسے اپنی زندگی کا مقصد ڈھونڈنا تھا۔

\*\*\*\*\*

ماضی :-

ناظرین اہم خبر سے آپ کو آگاہ کرتے چلیں کہ ایم این اے سید ہاناش شاہ پر قتل کے الزام میں ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ دو دن پہلے انہیں جائے وقوعہ سے کچھ فاصلے پر موجود فون بوتھ سے کال موصول ہوئی جس میں انہیں قتل کی اطلاع ملی اور یہ بھی بتایا گیا کہ ایم این اے سید ہاناش شاہ کو جائے وقوعہ پر دیکھا گیا ہے۔ پولیس نے فوری طور پر معاملے کی تحقیقات شروع کر دی ہیں۔ ناظرین سکرین پر چلتی تصویروں میں صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ سید ہاناش شاہ ناصر ف قتل کے مقام پر موجود ہیں بلکہ وہ لاش کے پاس بیٹھے نظر آرہے ہیں۔ ان کی گاڑی بھی قریب ہی کھڑی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ تمام ثبوتوں سمیت معاملہ فوری طور پر عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ "نیوز اینکر جوش سے گلا پھاڑ پھاڑ کر بول رہا تھا اور وہ پریشانی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

"یار اس سر درد کو تو بند کرو۔" اس کے جھنجھلا کر کہنے پر اس کے سیکرٹری نے فوراً ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر دیا۔

ہر گزرتا لمحہ اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا اور اس پر وقتاً فوقتاً آنے والی فون کالز۔ سہی معنوں میں اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ سب کی تسلی کرواتے کرواتے اس کا اور اس کے سیکرٹری اسد کا منہ دکھنے لگا تھا۔ پھر سے فون کی بیل بجنے پر اس نے بیچارگی سے اسد کو دیکھا۔

"سر کاظمی صاحب کی کال ہے۔ وہ آپ سے بات کرنے پر بضد ہیں۔" اسد نے ڈرتے ڈرتے فون اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے فون پکڑ کر کان سے لگایا اور بولنا شروع کر دیا۔

www.urdu novels mania.com

"السلام علیکم کاظمی صاحب۔ ہا ناںش بول رہا ہوں۔ ٹی وی پر چلنے والی خبر جھوٹ ہے۔ میرا اس قتل سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ حقائق کیا ہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ بہت شکریہ۔ اللہ حافظ۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد اس نے بغیر کچھ سنے کال کاٹ کر فون صوفے پر اچھال دیا۔

"سیف سر آگئے۔" چند لمحوں بعد اس دروازے کی طرف دیکھ کر پرسکون لہجے میں بولا۔  
اسے یقین تھا کہ اب سیف ہاناش کے غصے پر قابو پا ہی لے گا۔

ہاناش نے گردن موڑ کر سیف کو دیکھا جو بازو پر کوٹ ڈالے پریشان سا اسی طرف آ رہا تھا۔

"ہاں یہ سب کیا ہے؟"

"میں تمہارا بھائی ہوں سیف۔ کم از کم تمہیں تو مجھ پر یقین ہونا چاہئے۔" اس کے دکھ  
بھرے لہجے پر سیف کا دل چاہا کہ حقیقتاً اپنا سر پکڑ لے۔

www.urdu novels mania.com

"یوقوف انسان میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ لیکن تمہیں احتیاط کرنی چاہئے  
تھی۔ خاص کر اب جبکہ تم قریشی سے دشمنی مول لے چکے ہو۔ اور تم بیٹھ گئے لاش کا  
پوسٹ مارٹم کرنے۔ چپ چاپ نکل لیتے وہاں سے۔"

"میری گاڑی کے سامنے ایک بندہ مڑا ہوا پڑا ہے اور میں جا کر دیکھوں بھی نہ کہ کیا ہوا ہے؟ اتنا بھی انسانیت سے گرا ہوا نہیں ہوں میں۔" اس نے خشمگین لہجے میں کہا۔

"اب بھگتو اپنی انسانیت کا نتیجہ۔" سیف جل کر بولا۔

"ولیعہ اور ابراہیم کہاں ہیں؟" چند لمحوں بعد سیف نے قدرے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

"وہ اوپر اپنے کمرے میں ہیں۔"

"میں ان سے مل لوں۔ پھر اس مسئلے کا حل ڈھونڈتے ہیں۔ پریشان مت ہو۔ ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔" سیف کے نرمی سے کہنے پر اس نے تشکر بھری نظروں سے اس کو دیکھا۔ پھر گہرا سانس لے کر صوفے کی پشت سے سرٹکا دیا۔

\*\*\*\*\*

وہ بیڈ پر بیٹھی، گود میں رکھی فائل پر جھکی ہوئی تھی۔ کچھ کتابیں، فائلز اور صفحات اس کے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔ تبھی کوئی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"حرم بی بی آپ کے لیے پارسل آیا ہے۔"

اس نے سر اوپر اٹھایا۔ گندمی رنگت ایل ای ڈی بلب کی روشنی میں چمک رہی تھی۔  
 ذہانت سے لبریز بھوری آنکھوں پر سیاہ فریم والا چشمہ لگا ہوا تھا۔ سرخی مائل لب سختی سے  
 آپس میں پیوست تھے جس کی وجہ سے بائیں گال میں ہلکا سا گھڑا نظر آ رہا تھا۔ سیاہ بالوں کو  
 ڈھیلے جوڑے کی شکل میں لپیٹے اس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

www.urdu novels mania.com

"لاؤ دو۔"

حرم نے گود سے فائل اٹھا کر سائڈ پر رکھی۔ بیڈ پر بکھرے صفحات کو اکٹھا کر کے دوسری  
 فائل میں لگایا۔ پھر اس کے ہاتھ سے پارسل لیا۔

"کس نے بھیجا ہے؟" اس نے پارسل کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں بی بی جی" اس کا ٹیپ اتارتا ہاتھ رکا۔ پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

"کیا مطلب ہے نہیں پتا؟ تم لوگوں کو ہزار بار کہا ہے نوری کہ میرے نام پر کچھ بھی آئے بھیجنے والے کا نام پوچھ لیا کرو۔ اس کے اوپر بھی کچھ نہیں لکھا ہوا۔ پتا نہیں کب عقل آئے گی۔" بھوری آنکھوں میں برہمی واضح تھی۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania .com

"سوری بی بی جی"

"گارڈ سے پوچھو کون دے کر گیا ہے۔"

"گارڈ تو اس وقت نماز پڑھنے گیا ہوا تھا۔ اس لیے پارسل میں نے موصول کیا تھا۔" نوری نے ڈرتے ڈرتے کہا۔



"چلو جی۔ مسئلہ ہی ختم"

"اچھا اب میرے سر پر سوار تو نہ ہو۔ مجھے کافی لاکر دو" نوری ایسے دروازے کی جانب بڑھی جیسے اس کی اجازت کے انتظار میں ہی ہو۔ اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

متجسس ہو کر پارسل کھولا۔ اندر دو لفافے اور ایک یو ایس بی پڑی تھی۔ ایک لفافہ چاک کیا۔ اس میں سے کچھ تصویریں برآمد ہوئیں۔ ہر تصویر میں ایک ہی منظر تھا۔ سڑک کے ایک جانب ایک لاش پڑی ہوئی تھی جس کے سر سرخون ابھی تک منکل کر سڑک پر بہہ رہا تھا۔ ہر تصویر میں چونکا نے والی چیز وہ شخص تھا جو لاش کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ اس شخص کا آدھا چہرہ نظر آ رہا تھا جس سے اس کو با آسانی پہچانا جاسکتا تھا۔

www.urdu novels mania.com

اس نے الجھ کر ان تصویروں کو دیکھا۔ دماغ میں کہیں ناکہیں گھنٹی بجنا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے تصویروں کو سائنڈ پر رکھ کر یو ایس بی اٹھائی۔ پھر دو سر لفافہ کھولا۔ اس میں ایک خط موجود تھا۔ اس نے بے آواز خط پڑھنا شروع کیا۔

"تم جاننا چاہتی ہو نہ کہ یہ سب تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس وقت سب سے زیادہ ضروری اور قابلِ توجہ یہ ثبوت ہیں جو چیخ چیخ کر ہمارے دودھ سے دھلے ایم این اے کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ یہ ہے ہمارے ایم این اے کی اصلیت۔ جو بغیر کسی خوف و ڈر کے دن دھاڑے معصوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ چلو میں تمہارے ایک سوال کا جواب دے دیتی ہوں کہ میں نے یہ سب تمہیں ہی کیوں بھیجا؟ میں نے تمہاری قابلیت اور ایمانداری کے بہت چرچے سنے ہیں۔ اور یہ بھی کہ تم ہر حال میں سچ کا ساتھ دیتی ہو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ایسے دو غلے اور طاقتور شخص کو سزا صرف تم ہی دلو سکتی ہو۔ اور ایک اور بات۔ مجھے ڈھونڈنے میں وقت ضائع مت کرنا کیونکہ یہ بیکار ہے۔ یو ایس بی میں سی سی ٹی وی فوٹیج ہے۔ یہ تمہارے کام آئے گی"

اس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ سائڈ ٹیبل پر پڑالیپ ٹاپ اٹھا کر آن کیا۔ اس میں یو ایس بی لگائی۔ یو ایس بی میں صرف ایک ویڈیو تھی۔ جس میں سڑک پر لاش پڑی تھی اور اس کے پاس ہی وہ ایم این اے بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر اپنی گاڑی کی طرف آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے کسی کو فون ملا یا۔ چند جملوں کا تبادلے ہوا۔ پھر وہ گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔

اس نے دو سے تین بار ویڈیو دیکھی۔ پھر دوبارہ تصویروں کو دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں سرد مہری چھائی ہوئی تھی۔ سب چیزوں کو دوبارہ ڈبے میں رکھا۔ چند لمحوں بعد وہ کسی سے فون پر بات کرتی دکھائی دے رہی تھی۔

\*\*\*\*\*

ہلکے نیلے آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ شدید گرمی اور جس کی وجہ سے تمام پودے مرجھائے ہوئے تھے۔ دور دور تک پرندوں کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی گرمی کی وجہ سے کورٹ کی عمارت کا احاطہ بالکل سنسان پڑا تھا۔ راہ داری میں ترتیب سے لکڑی کے دروازے لگے ہوئے تھے۔ انہی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھلا اور ایک لڑکی باہر نکلی۔ سفیر قمیض شلوار پر سفید ہی دوپٹے لگے میں ڈالے ہاتھ میں سیاہ جلد والی ایک موٹی سی کتاب اور سیاہ فائل پکڑے وہ یقیناً کوئی وکیل تھی۔ بائیں ہاتھ میں پکڑی چھتری کھول کر سر پر تانے وہ تیزی سے عمارت کے خارجی دروازہ سے گزرتی ہوئی سامنے بنے وکلاء کے چیمبرز کی عمارت میں گم ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا  
مستلہ پھول کا ہے پھول کہ ہر جائے گا

ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا  
کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا

وہ ہواؤں کی طرح خانہ بجاں پھرتا ہے  
ایک جھونکا ہے جو آنے کا گزر جائے گا

وہ جب آنے گا تو پھر اس کی رفاقت کے لیے  
موسم گل مرے آنگن میں ٹھہر جائے گا

آخرش وہ بھی کہیں ریت پہ بیٹھی ہوگی  
تیرا یہ پیار بھی دریا ہے اتر جائے گا

مجھ کو تہذیب کے برزخ کا بنایا وارث  
جرم یہ بھی مرے اجداد کے سر جائے گا

"دیکھو سیف کیس بہت سڑانگ ہے اور ہمارے جیتنے کے چانس بہت کم بلکہ اب تو ناممکن ہی سمجھو۔ میں نے اپنے ذرائع سے معلوم کروایا ہے۔ اس پراسیکیوٹر کے پاس بہت سے ثبوت ہیں جو یہ بات ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ہاناش نے قتل کیا ہے۔ حقیقت کیا ہے یہ صرف ہم جانتے ہیں۔ عدالت صرف ثبوتوں پر یقین کرتی ہے۔ ہاناش تم خود وکیل رہ چکے ہو۔ تمہیں تو اندازہ ہوگا۔" مجتبیٰ کے کہنے پر سیف نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ لیکن وہ خلاف توقع بالکل خاموش تھا۔

مجتبیٰ اس کا دوست اور لاء کالج میں کلاس فیلورہ چکا تھا اور اب ہاناش نے اپنا کیس لڑنے کے لیے پارٹی کی طرف سے دیے گئے وکیل کے بجائے اس کو چنا تھا۔

"پراسیکیوٹر کون ہے؟" چند لمحوں بعد اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"پراسیکیوٹر حرم ملک" مجتبیٰ بغیر اسے دیکھے بول گیا تھا لیکن وہ تو اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔

یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ سارے جھٹکے کیا ایک ہی ساتھ ملنے تھے۔ وہ جتنا اسے بھولنے کی کوشش کرتا تھا وہ اتنا ہی اس کے سامنے آتی تھی۔ سیف نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے تاثرات سے سیف کو کچھ حد تک اندازہ ہو گیا تھا۔

"یہ وہی ہے نا جو تم دونوں کی کلاس فیلو تھی؟" سیف نے سرسری سے انداز میں پوچھا لیکن دل ہی دل میں اس نے دعا کی تھی کہ وہ وہی نہ ہو۔

"ہاں" سیف نے افسوس سے اسے دیکھا جو بالکل ساکت تھا۔ گہرے پانی کی طرح۔

"یار بڑے سے بڑا وکیل اس سے پناہ مانگتا ہے۔ وہ اپنے مخالفین کو بالکل نہیں بخشتی۔" مجتبیٰ پریشانی سے بول رہا تھا۔

"اس وقت گاڑی میں بیٹھ کر میں نے اپنے سیکرٹری اسد کو فون کیا تھا اور اسے وہاں آنے کا بولا تھا۔ کیا اس کا ریکارڈ سے مدمل سکتی ہے؟"

سیف اس دوران بالکل خاموش تھا۔ یہ چیزیں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔ لیکن وہ بس اتنا چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کا بھائی بچ جائے۔

"دیکھتے ہیں۔ ویسے وہ چیزوں کو اپنے مطابق استعمال کرنا جانتی ہے۔ کہیں اس کا کو ہمارے خلاف ہی نا استعمال کر لے۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ میں جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ اس کے پاس کونسے ثبوت ہیں تاکہ اس کے مطابق ہم پھر پیشی کی تیاری کر سکیں۔" مجتبیٰ کہتا ہوا جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ سیف اس کو دروازے تک چھوڑنے گیا۔ جب وہ واپس آیا تو ہاناش وہیں بیٹھا تھا۔

"ویسے اب تو تمہیں اس کی محبت اپنے دل سے نکال دینی چاہئے یا ابھی بھی کسی معجزے کی امید ہے تمہیں؟" سیف کا طنزیہ لہجہ اسے بالکل برا نہیں لگا تھا۔ اپنی جگہ وہ بھی درست تھا کیونکہ وہ اس جذبے سے واقف نہیں تھا نا۔

"اگر محبت ہوتی تو کسی طرح دل کو منا ہی لیتا۔ لیکن مسئلہ ہی تو یہی ہے کہ محبت نہیں ہے۔" اس کے شکستہ لہجے پر سیف نے افسوس سے اسے دیکھا جو اباً وہ بس نظریں چرا کر رہ گیا۔

\*\*\*\*\*



وہ چھتری بند کرتی ہوئی تیزی سے دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہوئی۔ باہر کی گرمی کے برعکس آفس انتہائی ٹھنڈا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے لگا جیسے جنت میں آگئی ہے۔ چند لمحوں تک گہرے گہرے سانس لے کر خود کو پرسکون کرنے کے بعد وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی جو شیشیے کی میز کے پار رانگ چئیر پر بیٹھی جھول رہی تھی۔ وہ بھی اسی کی طرح



سفید قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ بند آنکھوں کی وجہ سے خم دار پلکیں واضح نظر آرہی تھیں۔ سیاہ بال کرسی کی پشت سے نیچے لٹک رہے تھے۔

کچھ سیکنڈز تک وہ خاموشی سے حرم کو سوتا ہوا دیکھتی رہی۔ پھر اچانک اپنے موبائل سے اس کے موبائل پر کال کر دی۔ موبائل کی چنگھا رتی ہوئی بیل پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ کچھ پل تو اسے یہ سمجھنے میں ہی لگ گئے تھے کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔ پھر اسے دیکھا جو سامنے کھڑی کینہ تو ز نظروں سے اسے ہی گھور رہی تھی۔

"یہ کیا بد تمیزی تھی؟" حرم نے برہمی سے کہتے ہوئے میز پر رکھا پانی کا گلاس اٹھایا۔

"وہی جو تم نے کی ہے آفس میں سو کر۔ دیکھو اگر یہ پانی تم نے مجھ پر گرایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا" وہ حرم کے ہاتھ میں پانی کا گلاس دیکھ کر گڑبڑا کر بولی۔

"بے فکر رہو۔ تمہاری طرح ال میگزڈ نہیں ہوں میں" آمنہ بتیسی کی نمائش کرتی ہوئی واپس آ کر کر بیٹھ گئی۔

"اب بتانا پسند کرو گی کہ کیوں میرے آفس میں کیوں نازل ہوئی ہو؟"

"تم نے اس ایم این اے کے کیس کے بارے میں سنا ہے؟" آمنہ نے بغور اس کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں سنا ہے"

"وہ تمہارا کلاس فیلو تھا نا؟"

"ہاں تھا"

اس نے انٹر کام اٹھا کر اپنے لیے کھانے کو کچھ منگوا یا۔ پھر ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھالیا۔

"اور اس کا کیس تمہیں ملا ہے نا؟"

"ہاں مجھے ہی ملا ہے اس کا کیس۔ لیکن تم یہ بے تکیے سوال کیوں کر رہی ہو؟" حرم نے موبائل سکرین سے نظریں ہٹا کر کوفت سے اسے دیکھا جو سوال پر سوال کیے جا رہی تھی۔

"حرم تمہیں واقعی لگتا ہے کہ اس کا اس قتل سے کوئی لینا دینا ہے؟ مطلب تم نے اس کے ساتھ چار سال گزارے ہیں۔ تمہیں اس کی عادات کا اندازہ ہو گا نا"

"یہ بات پانچ سال پرانی ہے اور اب وہ سیاست میں ہے۔ ہمارے ملک کے سیاست دان کس قدر پاک صاف ہیں اس کا تمہیں خود اندازہ ہے۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پر آمنہ نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"لیکن یار وہ ایسا لگتا تو نہیں ہے اور اس کے چار سالہ سیاسی کرسیر میں آج تک تو کچھ برا سننے کو نہیں ملا۔"

"کسی کے چہرے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اندر سے کیسا ہے اور اب تو سننے کو مل گیا ہے نا کہ یہ صاحب بھی کتنے پانی میں ہیں۔" اس کے تلخی سے کہنے پر آمنہ نے پہلو بدلا۔

"یار یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ اس کی کسی مخالف پارٹی کی چال ہو۔"

حرم نے اسے جواب دینے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ پی اے دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوا۔ اس نے خاموشی سے پی اے کے جانے کا انتظار کیا۔ پھر آمنہ کو دیکھا جو بظاہر تو پرسکون ہی نظر آ رہی تھی لیکن اس کے دماغ میں کیا کھچڑی پک رہی تھی حرم اس سے اچھی طرح واقف تھی۔

"ہاں ہو سکتا ہے لیکن اس بات کا فیصلہ عدالت کرے گی۔ اگر اب آپ اجازت دیں تو میں کچھ کھالوں۔ اور ہاں مجتبیٰ کو بتا دینا کہ ان حربوں پر وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ پیشی پر دھیان دے۔" اس نے طنزیہ لہجے پر آمنہ نے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

کمرے میں چھائی خاموشی میں چچ کے بجنے کی آواز خلل پیدا کر رہی تھی۔ درمیانے سائز کا یہ کمرہ سفید اور ہلکے نیلے رنگ کے امتزاج سے سجا ہوا تھا۔ دروازے کے عین سامنے سفید رنگ کے صوفے پڑے تھے جن کے پیچھے شیشے کی میز اور ایک کرسی رکھی تھی۔ دائیں دیوار پر مختلف شخصیات کی تصویریں سجی ہوئی تھیں جبکہ بائیں دیوار پر پاکستان کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں لوہے کی اسٹینڈ پر کراس میں دو جھنڈے لگے تھے۔

سیاہ کوٹ کو صوفے کی پشت پر پھیلانے، شرٹ کی بازوؤں کو کہنیوں تک موڑے وہ پورے انہماک سے چائے بنانے میں مصروف تھا۔ چینی مکس کر کے چچ شیشے کی میز پر پڑی لکڑی کی ٹرے میں رکھی۔ پھر اپنا کپ اٹھا کر ان کی طرف متوجہ ہوا جو اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

www.urdu novels mania.com

"دو دن پہلے تک تو تم بہت پریشان تھے۔ آج اتنے پرسکون کیسے ہو؟" کاظمی صاحب نے دماغ میں مچلتا سوال بالآخر پوچھ ہی لیا۔

اس نے چائے کی چسکی لی۔ پھر کپ میز پر رکھ کر ان کو دیکھا۔ پھر بولنا شروع کیا۔

"اچانک سے پیش آنے والی صورت حال پر میں پریشان ہو گیا تھا۔ دماغ چند لمحوں کے لیے بھول گیا تھا کہ آگ سے کھلیتے ہوئے ہاتھ تو جلے ہی ہیں۔ میری بدولت قریشی کی ساخت ہل کر رہ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نے بدلہ تو لینا ہی تھا۔" اس نے گہرا سانس لے کر صوفے کی پشت سے اٹھ کر پھر ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"لیکن کاظمی صاحب جھوٹ کی اس دنیا میں سچ ایسے ہے جیسے اندھیرے کمرے میں سورج کی کرن۔ سچ خود کو منوانا جانتا ہے۔" جواباً کاظمی صاحب بھی مسکرا دیے۔

"تمہیں پتا ہے ہاناش کہ تمام دھاتوں میں ہیرا سب سے قیمتی اور نایاب کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ اس میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کا سہی استعمال کرنے والا سب سے منفرد اور نمایاں نظر آتا ہے۔ اور جو اس کا غلط استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اسے کاٹ بھی دیتا ہے اور مار بھی دیتا ہے۔" وہ ذرا توقف کر کے مسکرائے پھر دوبارہ گویا ہوئے۔

"قریشی نے تمہیں اپنی پارٹی میں شامل کرنا چاہا تھا لیکن تم نے اس پر ناصرف ہمیں فوقیت دی بلکہ اس کے کالے دھندوں کو منظرِ عام پر لے کر آئے۔ اسے اسی بات پر آگ لگی ہوئی ہے۔ تم بھی ہیرا ہو باناش۔ پارٹی کے لیے تمہاری خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور اس حقیقت کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ پارٹی میں تمہاری شمولیت اور تمہاری صلاحیتوں کی وجہ سے ہمارے سپورٹرز میں دگنا اضافہ ہوا ہے۔ تم نے پارٹی کا ہر اچھے برے وقت میں ساتھ دیا ہے۔ اب ہم پر فرض ہے کہ تمہارا ساتھ دیں۔ تم ہر حال میں مجھے اور پارٹی کو اپنے ہمراہ پاؤ گے۔"

"شکریہ کاظمی صاحب۔ مجھے یقین ہے کہ میرے نہ ہونے سے پارٹی کو چند ایک منصوبوں کے علاوہ زیادہ نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔" کاظمی صاحب نے اپنا کپ میز پر رکھا پھر اسے دیکھا۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"ابنہنہ۔ تم کہیں نہیں جا رہے۔ ابھی الیکشنز بہت دور ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم کیس جیت جاؤ گے اور یہ پارٹی کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا کیونکہ تم نے ہی تو کہا ہے کہ سچ خود کو منوانا جانتا ہے۔"

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"پولیس نے تمہیں گرفتار کیوں نہیں کیا؟" انہوں نے اچانک پوچھا۔

"میں نے ضمانت قبل از گرفتاری کروالی ہے"

"بہت خوب"



\*\*\*\*\*

سر طور ہو، سر حشر ہو  
ہمیں انتظار قبول ہے  
وہ کبھی ملیں، وہ کہیں ملیں  
وہ کبھی سہی، وہ کہیں سہی



کورٹ کے احاطے میں آج معمول سے زیادہ چہل پہل تھی۔ مین گیٹ کے باہر میڈیا کا حجم غفیر موجود تھا جسے گارڈز اور پولیس اندر آنے سے روک رہے تھے۔ کچھ نیوز چینلز کے نمائندے سائڈ پر کھڑے پورے جوش سے کیمرے میں دیکھ کر بول رہے تھے۔

اسی افراتفری کے عالم میں مین گیٹ کے سامنے سبز نمبر پلیٹ والی گاڑی آ کر رکی۔ سفید سوٹ پر سیاہ کوٹ پہنے، گلے میں سفید دوپٹہ ڈالے، سیاہ بالوں کو کچھڑ میں جکڑے وہ پروقار انداز میں گاڑی سے باہر نکلی۔ میڈیا کا ہجوم فوراً گاڑی کی طرف بڑھا۔

"میم ایم این اے سید ہاناش شاہ نے جرم سے انکار کر دیا ہے۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا کہنا ہے؟" ایک نمائندے نے اس کے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

"زیادہ تر ملزم انکار ہی کرتے ہیں۔ اسٹ ناٹ اے بگ ڈیل۔" اس نے تمسخر سے جواب دیا۔

"میم آپ کو کیا لگتا ہے فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟" دوسرا سوال پوچھا گیا۔

"جو حقدار ہوگا" وہ تیز تیز چلتے ہوئے بولی۔ پھر راہ داری میں بنے ایک کمرے کے اندر چلی گئی۔ میڈیا کے نمائندے انہی جوابوں کو مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرنے لگے۔

چند لمحوں بعد چار گاڑیاں مین گیٹ کے سامنے رکیں۔ پہلی گاڑی اور آخری گاڑی پولیس موبائلز تھیں۔ دوسری گاڑی میں ہاناش کا وکیل مجتبیٰ تھا۔ تیسری گاڑی سے سیفین اور ہاناش باہر آئے۔ آئس بلیو ٹوپیں پہنے آنکھوں پر سن گلاسز گلانے ہاناش مسکراتا ہوا پوری شان سے عدالت کی عمارت میں داخل ہوا۔ میڈیا فوراً اس کی جانب بھاگا۔

"سر آپ کو کیا لگتا ہے کہ عدالت کس کے حق میں فیصلہ دے گی؟"

"سر آج کی پیشی کے لیے آپ مکمل تیاری سے آئے ہیں؟"

سوال پر سوال پوچھے جا رہے تھے۔ وہ بغیر کسی کو جواب دیے مجتبیٰ اور سیف کے ہمراہ کمرہ عدالت میں داخل ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

کمرہ عدالت میں داخل ہوتے ہی نظریں اچانک اس پر ساکت ہوئی تھیں جو بالکل سامنے کھڑی کسی سے محو گفتگو تھی۔ آخری بار ہاناش نے اس کو ایک سال پہلے دیکھا تھا۔ نظریں اس سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔ یہ شاید اس کے ٹکلی باندھ کر دیکھنے کا ہی اثر تھا کہ وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ بھوری آنکھوں میں میکا یک ناگواری ابھری۔ حرم نے تنفر سے اسے دیکھ کر آگے قدم بڑھا دیے۔ وہ زیر لب مسکرایا۔ وہ آج بھی ویسی ہی لگ رہی تھی مغرور سی۔

بمشکل نظروں کا زاویہ بدل کر وہ مجتبیٰ کو دیکھنے لگا جو سٹینو کو کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر اس کی طرف واپس آیا۔

"آجاؤ ہاناش۔ تمہارے ستارے مکمل گردش میں ہیں آج۔ پراسیکیوٹر صاحبہ پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اتری ہیں۔" مجتبیٰ کے آہ بھرنے پر سیفین نے نفرت سے سر جھٹکا۔ اس کا بس چلتا تو وہ حرم کو اس دنیا سے کہیں دور چھوڑ آتا۔ جہاں سے اس کی پرچھائی بھی ہاناش پر نہ پڑ سکتی۔

سب اپنی نشستوں کی جانب بڑھ گئے۔ ہاناش اور مجتبیٰ بائیں طرف والی قطار کے شروع میں ایک ساتھ بیٹھے تھے جبکہ حرم بائیں جانب۔

"پراسیکیوٹر صاحبہ ہاتھ ذرا ہلکا رکھیے گا۔" مجتبیٰ حرم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ جواباً حرم ہنس پڑی۔

www.urdu novelsmania.com

"ضرور۔ بے فکر رہیں جناب۔"

ہاناش کے اندر ایک دم ہی ناگواری کی لہر دوڑ گئی۔ پتا نہیں کیوں لیکن اسے حرم کا مجتبیٰ سے ہنس کربات کرنا برا لگا تھا۔

سب لوگ چونک کر دروازے کی جانب متوجہ ہوئے جہاں سے سرخ ربن والا سیاہ گاؤن پہنے جج صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔ پیچھے ان کے دو مخصوص گارڈز تھے۔ سب احتراماً اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ جج صاحب کے اپنی نشست پر براجمان ہوتے ہی باقی سب بھی بیٹھ گئے۔ تلاوتِ قرآن کے بعد جج صاحب اونچی آواز میں بولے۔ کارروائی شروع کی جائے۔

وکیلوں کی تکرار کے درمیان کمرۂ عدالت کے در و دیوار حق و باطل کی ایک نئی جنگ کے چشم دید گواہ بننے والے تھے۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

حم میں اس وقت ٹینشن کا ماحول تھا۔ ہاناش خاموشی سے ٹریڈ مل پر بھاگ رہا تھا۔ سیف یہاں سے وہاں چکر کاٹتا سخت غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ

سب کچھ تہس نہس کر دے۔ کورٹ سے واپسی سے لے کر اب تک اس کا یہی حال تھا۔  
مجتبیٰ سرہاتھوں میں گرائے کرسی پر بیٹھا پریشان لگ رہا تھا۔

"مجھے یہ نہیں سمجھ آ رہا کہ حرم کے پاس سی سی ٹی وی فوٹیج آ کہاں سے گئی؟ اور فوٹیج بھی وہ جو کیس کو مزید خراب کر رہی ہے ہمارے لیے۔ حالانکہ میں نے تو بہت کوشش کی تھی لیکن مجھے فوٹیج کہیں بھی نہیں ملی تھی۔" مجتبیٰ پریشانی سے کہتا سیف کے غصے کو مزید ہوا دے گیا تھا۔

"تم مان لو مجتبیٰ کہ وہ پراسیکیوٹر تم سے کئی گنا زیادہ عقل مند اور چالاک ہے۔" سیف تندہی سے بولا۔

www.urdu novels mania.com

"سیف تم اس پر کیوں بلا وجہ اپنی بھڑاس نکال رہے ہو۔ وہ کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ بات تو ہم تینوں ہی جانتے ہیں کہ کیس بہت سٹرانگ ہے۔ اگر وہ کوشش کے باوجود کچھ نہیں کر پا رہا تو اس میں بھی میری ہی غلطی ہے۔" ہاناش ٹریڈل کی رفتار کم کرتے ہوئے ہموار لہجے میں بولا۔

"مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ تم اتنے پرسکون کیوں ہو؟ بھائی کسی اور پر قتل کا کیس نہیں چل رہا۔ آپ ہی کے خلاف مقدمہ درج ہے۔" سیف بگڑ کر بولا۔

"ٹنشن لینے سے مسئلے کا حل نہیں نکل آتا۔ بلکہ انسان پریشانی اور جلد بازی میں کام کو مزید بگاڑ لیتا ہے۔ اس لیے انسان کو ہر کام تحمل سے سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔"

"میرے بھائی یہ فلسفے جھاڑنے کا وقت نہیں ہے۔ تم سیریس کیوں نہیں ہو رہے؟" سیف عاجزی سے بولا۔

"سیریس ہوں تو سہی۔ اور ویسے بھی میرے سیریس لے لینے سے کونسا کوئی کام ہو جاتا ہے۔" ہاناش خشمگین لہجے میں کہتا کہیں اور ہی پہنچ گیا تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" سیف تلملا کر کہتا جم سے واک آؤٹ کر گیا۔

"اس کی باتوں کو مائنڈ مت کرنا۔ غصے میں اسے کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔" ہاناش نے مجتبیٰ کو کہا۔

"بے فکر رہو یا ر جانتا ہوں میں اسے۔" مجتبیٰ ہلکا سا ہنستے ہوئے بولا۔ پھر وہ دونوں بھی جم سے باہر چلے گئے۔

\*\*\*\*\*

باہر کی جس اور گرمی کی نسبت آفس کا ماحول قدرے ٹھنڈا اور پرسکون تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے آہستہ آہستہ نیند کی وادی میں اتر رہی تھی۔ آفس کی عمارت کے باہر موجود سڑک پر گاڑیاں بے ہنگم شور مچاتی تیزی سے گزر رہی تھیں مگر ان کا شور آفس کی ساؤنڈ پروف دیواروں سے گزر کر اس کی نیند میں خلل نہیں ڈال پارہا تھا۔ لیکن نیند سے جاگنا تو پڑتا ہی ہے چاہے وہ نیند چند لمحوں کی ہو، چند گھنٹوں کی یا پھر وہ جسے ہم ابدی نیند کہتے ہیں۔ سو دروازے پر ہونے والی دستک اسے نیند کی وادی سے نکال کر ہوش کی دنیا میں لے آئی تھی۔



آنکھیں مسلتی ہوئی وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ پھر بولی۔

"آجائیں"

"میڈم آپ کے لیے پارسل آیا ہے۔" آنے والا گارڈ تھا جواب اطلاع دے رہا تھا۔  
پارسل کا لفظ سن کر اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔

"کس نے بھیجا ہے؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"میڈم کورئیر والے نے یہ تو نہیں بتایا۔ حالانکہ میں نے اس سے پوچھا بھی تھا۔" گارڈ  
سادگی سے بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اس کو یہاں پر رکھ کر آپ جائیں۔" اس نے میز کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے کہا۔ گارڈ ڈبہ میز پر رکھ کر چلا گیا۔

اس نے انٹرکام پر خود کے لیے کافی منگوائی۔ پھر سر ہاتھوں میں گرایا۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس سب کے پیچھے تھا کون۔ کون تھا وہ جو اس ایم این اے کے خلاف اس کو ثبوت بھیج رہا تھا اور اس کی ایم این اے سے کیا دشمنی تھی۔ اور وہ بھی ان ثبوتوں کو بغیر تفتیش کے استعمال کیے جا رہی تھی۔ کہیں وہ ایم این اے بے قصور تو نہیں۔ کہیں وہ اس کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر رہی۔ لیکن ثبوت تو ہمیشہ اس کے خلاف ہی ہوتے ہیں۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن کوئی سر اس کے ہاتھ لگ کر ہی نہیں دے رہا تھا۔

وہ گہرا سانس لیتی ہوئی اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے سے کچھ راحت ملی۔ تو لیے سے چہرہ خشک کرتی ہوئی وہ جب تک باہر آئی، اس کی کافی بھی آچکی تھی۔

سردی ہو یا گرمی اس کی کافی کی طلب کبھی ختم نہیں ہوتی تھی۔ اب بھی تسلی سے بیٹھ کر کافی ختم کی۔ پھر پارسل اٹھا کر اپنے سامنے رکھا۔ چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد بالآخر اس نے پارسل کھول ہی لیا۔

اس کے اندر ایک پلاسٹک کا ٹرانسپیرنٹ بیگ رکھا تھا جس میں ایک گن تھی۔ یہ بریٹا 19/9 تھی جسے لوگ زیادہ تر شوقیہ طور پر اور سیلف پروٹیکشن کے لیے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ساتھ میں خالی گولی کا کور بھی تھا۔ اس نے پیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر ڈبے کے اندر جھانکا۔ اس بار ڈبے میں کوئی نوٹ نہیں تھا۔ اس نے بھاری سانس خارج کرتے ہوئے کرسی کی پشت سے سرٹکایا۔

یہ ایک اس کے نمبر پر کسی کی کال آنے لگی۔ موبائل اٹھا کر سکرین پر چمکتا نمبر دیکھا۔ کوئی انجان نمبر تھا۔ بٹن دبا کر موبائل کان سے لگایا۔

"کیسی ہیں پراسیکیوٹر صاحبہ؟" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ پارسل بھیجنے والے نے خود کو لڑکی ظاہر کیا تھا اور اب کال پر بھی کوئی لڑکی ہی تھی۔

"تمہید چھوڑ کر سیدھا مدعے کی بات پر آتی ہوں۔ یہ جو آپ کو ڈبے میں سے گن برآمد ہوئی ہے۔ یہ اس ایم این اے سید ہاناش شاہ کی ہے۔ ڈبے کو پلٹ کر دیکھیں۔ ایک کاغذ ملے گا۔ یہ اس گن کالائسنس ہے جو کہ ہاناش شاہ کے نام پر ہے۔" اس نے ڈبہ پلٹ کر دیکھا۔ وہاں واقعی ٹیپ سے ایک کاغذ لگا ہوا تھا۔

"آپ کو یاد تو ہوگا وکٹم کے ماتھے پر گولی کا نشان تھا۔ میرا خیال ہے کہ اتنا کافی ہے۔ آگے آپ خود بہت سمجھدار ہیں کہ کیا کرنا ہے۔" اس نے جلدی سے ٹیبل کے دراز میں سے ایک چھوٹا سا موبائل نکالا۔ پاسورڈ لگا کر لاک کھولا۔

"لیکن تم ہو کون؟ اور اس ایم این اے سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟" اس نے سرعت سے پوچھا۔ اس دوران وہ دوسرے موبائل پر میسج بھی ٹائپ کر رہی تھی۔

"وقت آنے پر آپ کو پتا چل جائے گا۔" لڑکی سپاٹ لہجے میں بولی۔

حرم نے چھوٹے موبائل پر سینڈ کا بٹن دبایا۔ پھر خشک لہجے میں بولی۔

"میری بات سنو۔ اگر تم نے میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو میں اس کیس سے پیچھے ہٹ جاؤں گی۔ آگئی سمجھ۔ پھر ڈھونڈ لینا کسی دوسرے پراسیکیوٹر کو۔" حرم کے تندہی سے کہنے پر دوسری طرف قہقہہ گونجا۔

"اچھا مذاق تھا لیکن چلیں میں آپ کو بتاتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ میں اس وکٹم کی بیوی ہوں جسے اس نے اس ایم این اے اور اس کے ساتھیوں کے ڈر سے چھپا کر رکھا تھا کہ کہیں وہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ وہ حکومتی خزانے سے لوٹے گئے پیسے میرے شوہر کے اکاؤنٹ میں رکھوانا چاہتے تھے لیکن میرے شوہر کے انکار پر مشتعل ہو کر اس کو جان سے مار دیا۔ قتل میں صرف اس ایم این اے کا ہاتھ ہے اس کے ساتھیوں کا نہیں۔"

"میرا اب اس دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ میرا جینا بیکار ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے اس ایم این اے کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں۔ اور اس کام کے لیے مجھے آپ سے بہتر کوئی نہیں ملا۔ اب میں فون رکھتی ہوں۔ خدا حافظ" اس نے اپنی رام کہانی

سنائی اور حرم کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی کال کاٹ دی۔ حرم تو تلملا کر ہی رہ گئی۔ پھر اس نے دوسرے موبائل پر ایک نمبر ڈائل کیا۔

"ہاں رضا۔ جو کام میں نے تمہیں کہا ہے وہ جلد از جلد ہو جانا چاہئے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" کال بند کر کے دونوں موبائل ٹیبل پر رکھے۔ پھر گن کو دیکھا۔ اس لڑکی کا محتاط انداز اس کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

وہ اپنے کمرے سے ملحقہ سٹڈی روم میں بیٹھا آفس کا کام کر رہا تھا۔ دیوار گیر کھڑکی کے اوپر والے پٹ کھولے ہوئے تھے جن سے ٹھنڈی ہوا گزر کر اندر داخل ہو رہی تھی۔

سٹڈی روم کا پرسکون اور خاموش ماحول اس پر خوش کن اثرات مرتب کر رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب سے الگ تھلگ ہو کر یہاں بیٹھا تیزی سے اپنا کام کر رہا تھا۔

دفعاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے جھنجھلا کر دروازے کو دیکھا۔ کم از کم اس وقت وہ تنہائی چاہتا تھا۔ پھر گہرا سانس لے کر بولا۔

"آجائیں"

دروازہ کھول کر پریشان سے ولیجہ اندر داخل ہوئی۔

"سیف نیچے پولیس آئی ہوئی ہے۔" اس کے بتانے پر وہ چونکا۔

"پولیس کیوں آئی ہے؟" اس نے ماتھے پر شکن ڈالے پوچھا۔

www.urdu novelsmania.com

"انسپکٹر کہہ رہا ہے کہ گھر کی تلاشی لینی ہے۔"

"تم یہیں رکو۔ میں دیکھتا ہوں۔" وہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

\*\*\*\*\*

جب وہ سیرھیاں اتر کر نیچے آیا تو دیکھا کہ انسپکٹر اور تین پولیس اہلکار لاؤنچ میں بیٹھے تھے۔ ایک نے تو لاؤنچ کے اندر بنی الماری کی تلاشی لینا بھی شروع کر دی تھی۔ اس کے اندر غصے کا شدید ابال اٹھا۔

"کیوں آئے ہیں آپ لوگ؟ اور کس سے پوچھ کر میرے گھر کی چیزوں میں گھس رہے ہیں؟" اس نے بمشکل غصہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا لیکن لہجے میں موجود ناگواری کو نہ چھپا سکا۔

"میرے خیال میں تمھاری بیوی نے تمھیں شاید بتایا نہیں کہ ہم کیوں آئے ہیں۔ ویسے کافی بگڑی ہوئی بیوی ہے تمھاری۔" انسپکٹر کینگی سے مسکرایا۔

"بکواس بند رکھو اپنی۔ اور یہ بتاؤ کہ کس خوشی میں منہ اٹھا کر یہاں آ گئے ہو؟" اب کی بار سیف سارا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے بولا۔



"ارے ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے جو تم اتنے آگ بگولہ ہو رہے ہو۔ کیوں فیتے کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے؟" اس نے اپنے ساتھی سے تائید چاہی۔ جواباً وہ بھی اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کرتا ہنسنے لگا۔

"یہ دیکھ بیٹا۔ اس کے کہنے ہر ہم یہاں آئے ہیں۔" انسپکٹر نے ایک کاغذ اس کے سامنے لہرایا۔ اس نے کاغذ جھپٹا اور پڑھنے لگا۔ یہ کورٹ کی جانب سے جاری کردہ سرچ وارنٹ تھا۔ اس نے غصے میں سرچ وارنٹ کو کئی ٹکڑوں میں بانٹا اور انسپکٹر کے منہ پر مار دیا۔

"اگلی بار اپنا یہ خبیث چہرہ لے کر یہاں مت آنا۔" اس کے تمسخر سے کہنے پر انسپکٹر اس پر جھپٹا۔ بمشکل اس کے ساتھیوں نے اسے پشت سے پکڑ کر روکا۔

انسپکٹر مغلظات بکتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس نے وہیں صوفے پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرایا۔

\*\*\*\*\*

"میڈم کام ہو گیا ہے۔" انسپکٹر اپنی گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

"گڈ" اس نے سنجیدگی سے کہہ کر موبائل بند کر دیا۔

موبائل ٹیبل پر رکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"بوقوف"



\*\*\*\*\*

کورٹ کا منظر آج پھر ویسا ہی تھا جیسا کہ دو ہفتے پہلے۔ دائیں قطار کے آغاز میں رکھی کرسی پر اپنے مخصوص انداز میں، کہنی کو کرسی کے تہے پر رکھے، چہرے کو ہتھیلی پر گرائے، بیٹھی حرم غور سے مجتبیٰ کو دیکھ رہی تھی جو اس کے پیش کیے گئے گواہ کو کراس ایگزیمین کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد مجتبیٰ واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔

جج صاحب کے اشارے پر وہ اپنی نشست سے اٹھی اور پرسکون چہرہ لیے چل کر کھڑے کے سامنے آئی، جس میں ہاناش سفید بے شکن لباس پہنے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کا شبہ تک نہ تھا۔ اس کے قریب آنے پر ہاناش نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔ اس کا انداز کسی ملکہ والا تھا۔ ظالم ملکہ جو اپنی رعایا پر بالک رحم نہیں کرتی۔ وہ بھی تو اس پر رحم نہیں کھا رہی تھی۔

حرم نے ادا لے بے نیازی سے ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر ایک لفافہ جج کے اسٹنٹ کو پکڑا یا اور بونا شروع کیا۔

"یور آزو ٹم کے ماتھے پر گولی کا نشان تھا۔ ہم اس کیس کو خود کشی کہہ سکتے اگر گولی ماتھے کی بجائے کنپٹی پر ماری جاتی۔ لیکن گولی کا نشان تو ماتھے پر تھا۔ یور آزیہ پستل ملزم سید ہاناش شاہ کی ہے۔ اور یہ اس پستل کا لائسنس جوانی کے نام پر ہے۔ بریٹا 19/9 جسے یہ اپنے ذاتی استعمال میں لاتے ہیں۔ اسی پستل سے انہوں نے وٹم کا قتل بھی کیا ہے۔ یور آزیہ پستل میرے پاس کیسے آئی اس کی کہانی بھی میں آپ کو ابھی بتاتی ہوں۔" حرم مڑ کر واپس

اپنی جگہ پر آئی جہاں وہ چند منٹ پہلے بیٹھی تھی۔ اپنے ٹیبل پر پڑی فائل کے نیچے سے ایک اور لفافہ نکالا اور اس کو لے کر حج تک پہنچایا۔ حج نے لفافے میں پڑے کاغذ کے ٹکڑوں کو غور سے دیکھا۔

"یور آئریہ اس سرچ وارنٹ کے پرزے ہیں جو آپ نے ملزم کے گھر کی تراشی لینے کے لیے جاری کیا تھا۔ ملزم کے کہنے پر اس کے بھائی نے پولیس کے اہلکاروں کے ساتھ ہاتھ پائی کی اور سرچ وارنٹ کو پھاڑ کر ان کے منہ پر دے مارا۔ جہاں قانون کی آواز کوئی نہیں سنتا، وہاں پھر مجھ جیسے وکیلوں کو ایسے لوگوں سے انہی کے انداز میں بات کرنی پڑتی ہے۔" حرم بول رہی تھی اور مجتبیٰ اور ہاناش نے گردن آہستہ سے موڑ کر سیف کو کیلئے توڑ نظروں سے دیکھا تھا۔

www.urdu novels mania.com

حج صاحب کے کہنے پر مجتبیٰ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا کھڑے کے سامنے آکھڑا ہوا لیکن سیف سے بدلہ لینے کا وہ مصمم ارادہ کرچکا تھا۔

\*\*\*\*\*

ہاناش خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھکائے صوفے پر شرمندہ سا بیٹھا تھا۔ مجتبیٰ غصے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

"بیٹھ بھی جاؤ۔ اب کیا زمین سے تیل نکالنے کا ارادہ ہے؟" سیف کے کہنے پر مجتبیٰ جھٹکے سے مڑا۔

"مجھے تو بڑے بیوقوف اور نکمے پن کے طعنے دے رہے تھے تم۔ اب خود نے کیا کیا ہے۔ تمہیں ذرا سا بھی اندازہ ہے کہ کورٹ کے فیصلے کے خلاف جانے سے ہمیں کیس میں کتنا نقصان ہو سکتا ہے۔ سارا کیس برباد کر دیا۔" مجتبیٰ مشتعل ہو کر بولا۔

"ضرورت ہی کیا تھی تمہیں سرچ وارنٹ پھاڑنے کی؟ اوپر سے وہ پراسیکیوٹر ہر ثبوت اور گواہ کو ہمارے خلاف استعمال کیے جا رہی ہے۔ اب تو کوئی معجزہ ہی فیصلے کو ہمارے حق میں کر سکتا ہے۔"

"وہ پولیس والا مسلسل میری بیوی کے بارے میں بجواس کر رہا تھا اور میں اس کو جواب میں کچھ بھی نہ کہتا؟ اتنا بے غیرت نہیں ہوں میں۔ اور اس پراسیکیوٹر کا تو میرے سامنے نام ہی نہ لو۔ اگر ایک قتل معاف ہوتا تو میں اسی کا کرتا۔" سیف نے خفگی اور غصے سے کہا۔

"اور میں تمہارا قتل کر دیتا۔ بیوقوف انسان اب کون سا تم نے غیرت کا مظاہرہ کر لیا ہے۔ لے لینی دیتے اس پولیس انسپکٹر کو گھر کی تلاشی۔ اب دیکھا ہے کیسا بدلہ لیا ہے اس نے۔" مجتبیٰ اس پر مزید برہم ہوا تھا۔

"بس کر دو تم دونوں۔ لڑنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے دونوں کو۔ اب آگے بھی سوچ لو کہ کیا کرنا ہے۔" ہاناش کے گھر کئے پر دونوں منہ بسور کر بیٹھ گئے۔

اسی وقت چھ سالہ ابراہیم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کو دیکھ کر ہاناش کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔

"السلام علیکم بڑے پایا!"

ابراہیم اس کے قریب پہنچا تو اس نے ابراہیم کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسا ہے بڑے پایا کا چیمپ؟ اب تو آپ بڑے پایا کے ساتھ کھیلتے بھی نہیں ہو۔" ہاناش مصنوعی ناراضی سے بولا۔

"ممانے کہا تھا کہ آپ آج کل پریشان ہیں تو میں الٹے سیدھے سوال کر کے آپ کو پریشان مت کروں۔" ابراہیم نے سنجیدگی سے ولیجہ کی ہدایت دہرا دی۔

www.urduNovelsMania.com

"آپ مجھے بالکل تنگ نہیں کرتے۔ اس لیے جب دل کرے میرے پاس آ جایا کریں۔ ہم دونوں مل کر کھیلیں گے۔" ہاناش کے کہنے پر اس کے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ آگئی۔

"بڑے پاپا آپ کو ایک بات بتاؤں؟"

"جی بتائیں"

"سکول میں سب مجھے کہتے ہیں کہ آپ بہت گندے ہیں اور آپ غلط کام کرتے ہیں۔ میں بھی آپ ہی کی طرح گندا ہوں۔ سب مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔" ابراہیم منہ بنا کر بولتا اس کا دل چیر گیا تھا۔

وہ چپ ہو گیا تھا۔ اس ننھے سے بچے کو وہ کیا کہہ کر تسلی دیتا۔ اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے سیفین بول پڑا۔

www.urdu novels mania.com

"ابراہیم یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

ابراہیم ہاناش کی گود سے اتر اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا سیفین کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔



"کون تنگ کرتا ہے آپ کو؟ مجھے اس کا نام بتاؤ۔" سیف نے پیار سے پوچھا۔

"سب ہی کرتے ہیں پایا۔"

"اب اگر کوئی بھی آپ کو تنگ کرے تو سیدھا پر نسل کو کمپلین کر دینا۔ اور آپ خود بتاؤ کہ آپ کے بڑے پایا اچھے ہیں یا نہیں؟"

"میرے بڑے پایا بہت اچھے ہیں۔ ہی از اے سوپر مین۔" ابراہیم لمحے کا توقف کیے بغیر فخر سے بولا۔

www.urdu novels mania.com

"ایگزیکٹو۔ آپ کے بڑے پایا بہت اچھے ہیں۔ ان کے پاس ایسے بڑے پایا نہیں ہیں نا اس لیے وہ آپ سے جیلس ہوتے ہیں۔"

"اوہ۔ اب سمجھ آیا"

"اوہ میں اپنا ہوم ورک تو کرنا بھول ہی گیا۔ اچھا بڑے پاپا اب میں ہوم ورک کرنے جا رہا ہوں۔ شام کو ہم کھیلیں گے۔ ٹھیک ہے؟" ابراہیم سر پر ہاتھ مار کر بولا۔ ہاناش نے سر ہلا دیا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اچھل کود کرتا ہوا باہر چلا گیا۔ اور پیچھے وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا کر رہ گئے۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

ہم سنے اور سنائے جاتے تھے  
رات بھر کی کہانیاں تھے ہم  
(جون ایلیاء)

\*\*\*\*\*

وہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑکی کے کھلے دروازوں سے لان کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابراہیم اور ہاناش فٹ بال کھیل رہے تھے۔

ابراہیم نے بال کو گول کورٹ کی طرف تک ماری۔ ہاناش نے بھاگتے ہوئے بال کو روکنے کی مصنوعی کوشش کی۔ جیسے ہی وہ بال کے پاس آیا، بال اس کی ٹانگوں کے نیچے سے نکل کر گول کورٹ میں داخل ہو گئی۔ ابراہیم خوشی سے شور مچانے لگا۔ ہاناش نے ہنستے ہوئے اسے اوپر اٹھایا اور گول گول گھمانے لگا۔ پورا لان ان کی کھلکھلاہٹوں سے گونج رہا تھا۔

اس منظر کو دیکھتے ہوئے سیف کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی۔ ایک ایک کر کے ہر امید دم توڑتی جا رہی تھی۔ یہ بات سوچ کر ہی تکلیف ہو رہی تھی کہ اگر وہ لوگ کیس ہار گئے تو جس شخص کو اس نے اپنا باپ، بھائی، دوست سب کچھ سمجھا تھا، وہ اس سے محروم ہو جائے گا۔ وہ اپنے بھائی کے لیے کچھ کر بھی نہیں پارہا تھا۔ اندر گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔

گہرا سانس لے کر ایک فیصلہ کرتا ہوا وہ کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اب اس پراسیکیوٹر سے ملنا ناگزیر ہو گیا تھا کہ شاید کوئی حل نکل آئے۔ چلو اور کچھ نہ سہی اس کے دل پر سے بوجھ ہی اتر جائے گا۔ اسی سوچ کے ساتھ اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور کسی کو کال ملانے لگا۔

\*\*\*\*\*

وہ سسٹمی ٹیبل کے گرد بیٹھی نوٹ پیڈ پر تیزی سے کچھ لکھنے میں مصروف تھی کہ دفعتاً اس کا موبائل کی سکرین پر ایک نمبر جگمگانے لگا۔ اس نے موبائل اٹھا کر بغیر دیکھے ہی کان سے لگا لیا۔

www.urdu novels mania.com

"السلام علیکم! اے ڈی پی پی حرم ملک سپیکنگ"

"وعلیکم السلام پراسیکیوٹر صاحبہ! کیا آپ اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات مجھ ناچیز پر ضائع کر سکتی ہیں؟" دوسری جانب سنجیدگی سے کہا گیا۔

اس نے موبائل کان سے ہٹا کر گھورا۔

"آپ ہیں کون؟"

"سید سیف شاہ" حرم کے نوٹ پیڈ پر چلتے ہاتھ رکے۔

"اوہ تو آپ ہیں۔ فون دھمکی دینے کے لیے کیا ہے یا رشوت؟" اس نے نوٹ پیڈ سائڈ پر رکھ کر اطمینان سے پوچھا۔

"چور دروازے استعمال کرنا میری شان کے خلاف ہے۔ کیا میں مل سکتا ہوں آپ سے؟"

"ملنے کی وجہ؟" اس نے قلم کی نوک کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ توجہ ملیں گی تب ہی بتاؤں گا۔ اگر آپ تاریخ اور وقت بتا دیں گی تو مہربانی ہوگی۔"

حرم نے چند لمحے کچھ سوچا۔ پھر گہرا سانس لے کر بولی۔  
 "آپ کل شام پانچ بجے میرے گھر آجائیے گا۔"

"بہت بہتر۔ امید کرتا ہوں کہ یہ ملاقات ہمارے درمیان راز رہے گی۔" سیف شاہ کی بات پر حرم نے کوفت سے آنکھیں گھمائیں۔

"یہ تو ملاقات کی نوعیت پر منحصر ہے شاہ صاحب۔ خیر اب اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑا سا کیس پر کام کر لوں۔" اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

www.urdu novelsmania.com

"بالکل۔ خدا حافظ"

اس نے موبائل ایک طرف رکھ کر کچھ لمحے سوچا لیکن پھر کندھے اچکا کر نوٹ پیڈ واپس اپنی جانب کھینچ لیا۔

\*\*\*\*\*

لگا کر آگ شہر میں یہ بادشاہ نے کہا،  
 "اٹھا ہے آج دل میں تماشے کا شوق بہت"  
 جھکا کر سر سبھی شاہ پرست بول اٹھے،  
 "حضور کا شوق سلامت رہے شہر اور بھی بہت ہیں"

یہ منظر روشنیوں کے شہر کراچی کے ایک ہائی کلاس سوسائٹی کا ہے جس کے سبھی گھر اس وقت مصنوعی روشنیوں میں نہائے ہوئے تھے۔ اگر انہی گھروں میں سے سب سے آخر والے گھر کے تہ خانے میں جاؤ تو وہاں اس وقت لوگوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ کچھ لوگ نشے میں دھت صوفوں پر پڑے ہوئے تھے تو کچھ موسیقی کی دھن پر رقص کرنے میں مشغول تھے۔

تہ خانے کے دائیں جانب جم جبکہ جانب ڈرنک بار بنا ہوا تھا جہاں اس وقت جبران قریشی اور اس کے چند ساتھی موجود تھے۔

"ہاں تو قریشی صاحب کیا بنا اس ایم این اے کا؟ اس کے کس بل نکلے یا نہیں؟ اس کے ایک ساتھی نے حرام مشروب کا گھونٹ اپنے اندر اتارتے ہوئے پوچھا۔

"صبر میری جان۔ اس کے کس بھی نکلیں گے اور بل بھی۔ چند لوگوں میں مقبول ہو کر خود کو بہت بڑی چیز سمجھنے لگا تھا وہ۔ دو دن بعد جب عدالت اسے سزا سنائے گی تب جا کر اسے یہ بات سمجھ آئے گی کہ انسان کو خود سے بڑے لوگوں سے بچنے نہیں لینے چاہئے۔" مکروہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بے ہنگم قہقہہ لگایا تھا جس میں اس کے ساتھیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

\*\*\*\*\*



وہ بالکونی میں بیٹھی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھی۔ سیاہ فریم سے جھانکتیں  
 ذہانت سے لبریز بھوری آنکھیں کتاب کے اوراق پر بکھری سیاہی سے الفاظ بن رہی  
 تھیں۔ سامنے لکڑی کی میز پر کافی کا کپ رکھا تھا جس سے بھاپ نکل کر ہوا کے ساتھ رقص  
 کرتی فضا میں غائب ہو رہی تھی۔ محزطی انگلیوں نے کافی کا کپ اٹھایا اور آہستہ سے سرخی  
 مانل لبوں کی طرف لے گئیں۔ اس نے گہرا سانس لے کر کافی کی مہک کو اپنے اندر اتارا۔  
 گرم کافی کے قطرے حلق سے گزر کر اس کی روح کو سرشار کر گئے تھے۔

پرفسوں خاموشی کو نوری کی آواز نے توڑا تھا جو بالکونی کے دروازے سے جھانک کر کہہ رہی  
 تھی۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"بی بی جی سیفین صاحب آئے ہیں۔"

"انہیں یہیں بھیج دو۔ اور ان کے لیے کافی لے آنا۔" وہ بے نیازی سے کہہ کر پھر سے  
 کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

وہ اس محل کی ملکہ تھی اور ملکہ کبھی مہمان کے استقبال کے لیے خود نہیں جایا کرتی۔ جب وہ محل تک آگیا تھا تو یہاں تک بھی خود آسکتا تھا۔

چند لمحوں بعد اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کتاب کا کونہ موڑ کر میز پر رکھتے ہوئے وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی جو سلام کر رہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ آؤ سیفن بیٹھو" وہ دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

رسمی جملوں کے تبادلے تک نوری کافی اور دیگر لوازمات لے آئی تھی۔ سیفن نے نوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کافی کا کپ تھام لیا۔ حرم اس کو منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

www.urdu novelsmania.com

"کوئی بھی بات کرنے سے پہلے میں تم پر یہ واضح کر دینا میں یہاں اپنے بھائی کی صفائی پیش کرنے یا کیس واپس لے لینے کے لیے تمہاری منتیں کرنے نہیں آیا۔" اس نے کہتے ہوئے کڑوی کافی کے چند قطرے حلق میں اتارے۔

"تو پھر؟"

"ہماری آج تک جتنی بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ ملاقاتیں ہوئی ہیں ان سے تمہیں یہ اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ میں تمہیں سخت ناپسند کرتا ہوں۔" حرم نے سیف ناگواری سے دیکھا لیکن وہ سیف کا دھیان دوسری طرف تھا۔

"لیکن اپنے دل کا غبار نکالنے کے لیے مجھے تم سے بہتر کوئی نہیں لگا۔"

"ہوش میں ہو تم؟" حرم تعجب سے بولی۔ آپ جناب والا تکلف اس نے بھی نہیں کیا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"تمہیں پتا ہے ہانا ش میرا سگا بھائی نہیں ہے۔ وہ میرا سگا بھائی ہو ہی نہیں سکتا۔" یہ دوسرا بڑا جھٹکا تھا جو سیف نے اسے دیا تھا۔

"مما کے بھائی بابا کے دوست تھے۔ ان کی اچانک حادثاتی موت کے بعد بابا کو مجبوراً مما سے شادی کرنی پڑی کیونکہ مما کا اب اس دنیا میں کوئی نہیں رہ تھا۔ لیکن بابا کبھی مما کو اپنے والدین کے گھر نہیں لے کر گئے جہاں ان کی پہلی بیوی رہتی تھی۔ یہی بات مجھے ہاناش اور اس کی مما سے مزید متفہر کرتی تھی۔" بولتے ہوئے اس کی نظروں کا محور آسمان پر اڑتے پرندے تھے جو پرسکون سے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ سیف کو ان کا سکون قابلِ رشک لگا تھا۔

"میں آٹھ سال کا تھا جب مما کی وفات ہو گئی۔ بابا مجھے اپنے دوسرے گھر لے گئے اور میرا ایڈمیشن بھی ہاناش کے سکول میں ہی کروادیا۔ بڑی مما ہاناش سے زیادہ مجھے پیار کرنے لگیں۔ اور ہاناش، وہ خود چوبیس گھنٹے میرے ساتھ کھیلنے کے لیے میرے آگے پیچھے گھومتا تھا۔ مجھے غصہ آتا تھا کہ یہ مجھ سے نفرت کیوں نہیں کرتا اور اسی وجہ سے میں اس کے پسندیدہ کھلونے توڑ دیتا تھا۔ اکثر تو میری وجہ سے اس کو چوٹ بھی لگ جاتی تھی۔ لیکن وہ پھر دوسرے دن میرے پاس آ جاتا۔ کچھ عرصے بعد روڈ ایکسڈینٹ میں بڑی مما کی بھی موت ہو گئی۔ وہ چھپ چھپ کر انہیں یاد کر کے روتا تھا لیکن ان ہی کی طرح میرا خیال

رکھتا۔ مجھے اس میں اپنا عکس نظر آنے لگا تھا۔ میں نے بھی تو اپنی ماں کھوئی تھی نا۔ "حرم خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

آسمان پر نجانے کہاں سے سرمئی بادل آکر ڈیرہ جما چکے تھے۔ اور اب زمین کو بھگوتے ہوئے وہ بھی اپنا غم ہلکا کر رہے تھے۔

"وقت گزرتا گیا لیکن اس کی میرے لیے محبت میں کمی نہیں آئی۔ ہم دونوں کا یونیورسٹی کا پہلا دن تھا جب بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ زمین پر گرتے ہوئے کوئی نوکیلی چیز ان کے سر میں چلی گئی تھی جس سے ان کی فوری موت ہو گئی۔ ایک ایک کر کے میرے سارے پیارے بچھڑتے جا رہے تھے۔ میں پھر سے بکھر گیا۔ وہی سرد رویہ اور توڑ پھوڑ میرا معمول بن گیا تھا۔ اس بات کو بالکل فراموش کیے کہ ٹوٹا تو وہ بھی تھا لیکن اس نے اپنی کرچیوں کو سنجیدگی کے خول میں مقید کر کے بکھرنے سے روک لیا تھا۔ اس نے خود کو پس پشت ڈال کر میرے لیے وہ سب کیا جو ایک بھائی تو کیا باپ بھی نہیں کرتا۔ "شدت غم سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ حرم کو اس سے ہمدردی ہوئی۔

"لیکن پھر بہت عرصے بعد میں نے اسے خوش دیکھا۔ اسے اپنے لیے جیتا ہوا دیکھا۔ اور اس کی وجہ تم تھی حرم۔ وہ ہر روز مجھ سے تمہارے بارے میں باتیں کرتا تھا۔ تمہارا ذکر اس کی ساری کلفت دور کر دیتا تھا۔ لیکن اس کے لہجے میں تمہارے لیے ہمیشہ احترام ہوتا تھا جیسے تم کوئی بہت مقدس ہستی ہو اور تمہاری شان میں ادا کیا گیا کوئی بھی غیر مہذب لفظ اسے گناہ گار کر دے گا۔" حرم نے اس کو بے یقینی سے دیکھا۔ وہ ہاناش کی خود کو پسندیدگی کے بارے میں واقف تھی لیکن یہ پسندیدگی اس حد تک ہوگی وہ یہ نہیں جانتی تھی۔

"تمہاری شادی کے بعد اس نے ایک بار پھر خود پر سنجیدگی کا خول چڑھایا۔ اس نے ایک بار پھر اپنی ذات کو فراموش کر دیا۔ مگر جب اس پر قتل کا الزام عائد ہوا اور اس الزام کو تم نے ڈیفنڈ کیا تو وہ پھر سے بکھر گیا۔ وہ انسان جس نے ساری زندگی کسی سے نفرت نہ کی ہو، ناحق کسی کے لیے غلط الفاظ نہ استعمال کیے ہوں، وہ قتل کیسے کر سکتا ہے حرم۔ وہ بظاہر کو مضبوط نظر آتا ہے لیکن وہ تکلیف میں ہے حرم۔ اور اس کو تکلیف میں دیکھ کر میں بے چین رہتا ہوں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے کہ میں اپنے بھائی کے لیے کچھ نہیں کر پا رہا۔"

سیفین نے اس کی طرف رخ موڑا۔ اس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ حرم کو جھنجھوڑنا چاہتا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا تمہیں ہاناش کی آنکھوں میں اپنے لیے کبھی محبت نہیں نظر آئی۔

"میں تمہاری منت کرتا ہوں حرم کہ عدالت کا فیصلہ چاہے جو بھی ہو تم اس کیس سے دستبردار ہو جاؤ حرم۔ یہ بات تکلیف دہ ہے کہ اسے ناحق سزا ملے گی لیکن اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اس کو سزا دلوانے والی تم ہو۔ میں نہیں چاہتا اس بار وہ بکھرے تو اسے سمیٹنا ناممکن ہو جائے۔ پلیز حرم۔ میں اپنی انا، اپنا غرور سب کچھ تمہارے سامنے روند رہا ہوں۔ پلیز ایک بھائی کا مان رکھ لو۔ میں اس کو اذیت میں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے التجا کر رہا تھا۔

www.urdu novels mania.com

حرم اس کے الفاظ پر ساکت رہ گئی۔ اس نے آج سے پہلے کبھی کسی کی اپنے بھائی کے لیے اتنی محبت نہیں دیکھی تھی۔ اور بھائی بھی وہ جو سوتیلے ہوں۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

بارش اب رک چکی تھی۔ لیکن سرمی بادل ابھی بھی آسمان کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ شاید وہ بھی اس کا جواب سننا چاہتے تھے۔ حرم نے خاموشی سے کافی کا کپ اٹھایا۔ کڑوا مخلول اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی کافی کے چند قطرے اپنے اندر اتارنے کے بعد جب وہ بولی تو اس کا لہجہ بھی ٹھنڈا تھا۔

"دو دن بعد کورٹ میں ملاقات ہوگی۔" اور اپنی کتاب اٹھا کر اندر چلی گئی۔

سیفین نے کافی کے کپ کو دیکھا جو اس نے میز پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ کافی چاہے ٹھنڈی ہو یا گرم وہ کڑوی ہی رہتی ہے۔ حرم بھی اسی کی طرح تھی، کڑوی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ نہیں بدل سکتی تھی۔ سرمی بادل مایوسی سے ایک طرف کو چل دیے۔

www.urdu novels mania.com

چند لمحوں بعد اس کی گاڑی گیٹ سے نکلتی دکھائی دے رہی تھی۔ حرم کھڑکی کے پاس کھڑی بے تاثر نظروں سے گاڑی کو دیکھتی رہی۔ پھر اچانک پردے کھینچ کر کھڑکی کے سامنے پھیلا دیے۔



\*\*\*\*\*

کجھے کجھے سے عجیب دن ہیں  
 نہ خواب کوئی، نہ خیال کوئی  
 نہ منظروں میں کوئی کشش ہے  
 نہ موسموں میں جمال کوئی  
 ہم ایک دو جے کو اپنی اپنی  
 ادھوری آنکھوں سے دیکھتے ہیں  
 ہماری برسوں کی چاہتوں پہ  
 اتر رہا ہے زوال کوئی  
 جو ہنسنا چاہیں، تو اشک منگلیں  
 جو رونا چاہیں، تو ہنستے جائیں  
 ہمارے جذبات گرومی رکھ کر  
 بنا رہا ہے مثال کوئی



کچھ کچھ سے عجیب دن ہیں  
نہ خواب کوئی، نہ خیال کوئی

سیاہ آسمان نے بادلوں کی چادر اوڑھی ہوئی تھی جس میں چاند اور تارے چھپے ہوئے تھے۔  
زمین پر خاموشی کا راج تھا۔  
ان پر سکوت لمحوں میں وہ کھڑکی کے پاس خاموشی سے کھڑا آسمان کو گھور رہا تھا۔ ماحول میں  
چھایا سکوت اس کے اندر بھی اترتا جا رہا تھا۔

کل اس کی زندگی کا فیصلہ ہونا تھا۔ اس بات کا فیصلہ کہ اسے تختے پر لٹکایا جائے گا یا چند  
سانسیں عنایت کی جائیں گی؛ وہ دنیا کی رونقیں دیکھے گا یا قید کا اندھیرا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ  
فیصلہ اس کے حق میں ہونا تھا یا اس کے خلاف۔ مگر شاید کوئی جانتا تھا۔ ہاں وہ جو سب کچھ  
جانتا ہے، جسے ہر چیز کا علم ہے اور جو ہر شے پر قادر ہے۔ بلاشبہ وہ جانتا ہے کہ اس کی  
زندگی کا یہ فیصلہ کیا تھا۔

مگر ہاناش کے لیے جیسے اب سب کچھ بے معنی ہو گیا تھا۔ اب اسے اس چیز سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا کیونکہ کچھ بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اگر اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ اس سے محبت ہی کیوں کرتا جو اس کی دسترس میں نہیں تھی۔

وہ بے نیازی سے آسمان کو تک رہا تھا جب سیف دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا۔

"کیا سوچ رہے ہو ہان؟" سیف اس کے قریب آ کر بولا۔

"کیا سوچ سکتا ہوں میں؟" ہاناش نے مڑ کر اس کو دیکھا۔

www.urdu novels mania.com

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" سیف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی یا شاید خود کو۔

ہاناش نے مسکرا کر سیف کو دیکھا۔ اس مسکراہٹ میں سب کچھ تھا درد، اذیت، کرب، بے بسی، کچھ کھودینے کا خوف۔ سیف خاموشی سے نظریں چرا کر رہ گیا۔

\*\*\*\*\*

میری مجبتیں بھی عجیب تھیں میرا فیض بھی تھا کمال پر  
کبھی سب کچھ ملا بنا طلب کبھی کچھ نہ ملا سوال پر

آسمان کے تاریکی کی چادر اتارتے ہی ہر سوا جالا پھیل گیا تھا۔ سورج سرمئی بادلوں کے پیچھے سے زمین پر جھانکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا جا رہا تھا۔ لیکن سرمئی بادل یہاں سے وہاں دوڑتے مسلسل سورج کی کوشش کو ناکام بنا رہے تھے۔

زمین پر معمول کے مطابق چل پھل شروع ہو چکی تھی۔ کچھ ایسا ہی ماحول عدالت کے احاطے میں بھی تھا۔ رپورٹرز اپنے کیمرے اور مانک سنبھالے صبح ہی صبح عدالت پہنچ چکے تھے۔ اب احاطے سے گزرتے ہوئے کمرۂ عدالت میں جھانکو تو یہاں کا ماحول باہر سے

یکسر مختلف تھا۔ کمرۂ عدالت میں چھائے سکوت کو حج صاحب کی بارعب آواز نے توڑا تھا۔

"تمام ثبوتوں اور گواہوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ۔۔۔" حج صاحب کے توقف کرنے پر وہاں موجود تمام چہروں پر پھیلے اضطراب میں اضافہ ہوا۔ ہر کوئی حج صاحب کے اگلے الفاظ کا منتظر تھا جو ہاناش کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

مگر ان میں دو نفوس ایسے بھی تھے جو بالکل مطمئن اور پرسکون تھے جیسے انہیں متوقع فیصلے کی پہلے سے ہی خبر ہو۔

پرسکون تاثرات کے ساتھ آنکھوں میں مخصوص چمک لیے کٹہرے میں شان سے کھڑا شخص سید ہاناش شاہ تھا جسے ساری دنیا کچھ دنوں پہلے تک اس کی اچھائی کی وجہ سے جانتی تھی۔

دوسرا چہرہ حرم ملک کا تھا جو دائیں قطار میں لگی کرسیوں میں سے سب سے آگے والی پر بیٹھی تھی۔ وکلاء کے مخصوص سیاہ گاؤن میں ملبوس، دائیں ہاتھ کی پشت پر ٹھوڑی ٹکائے،

چہرے پر سنجیدگی کا خول چڑھائے وہ غور سے جج صاحب کو دیکھ رہی تھی۔ البتہ بھوری آنکھوں میں سکون کی لہریں ہلکورے کھا رہی تھیں۔

"ملزم سید ہاناش شاہ کو تمام الزامات سے بری قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن عدالتی فیصلے کی خلاف ورزی کرنے پر سید ہاناش شاہ اور ان کے بھائی سید سیف شاہ پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔" اس کے ساتھ ہی قلم کی نوک ٹوٹی تھی۔

جج صاحب کے منکلتے ہی کمرۂ عدالت میں مبارک باد کا شور گونج اٹھا۔

حرم نے آرام سے اپنی ساری چیزیں اکٹھی کیں اور باوقار چال چلتی ہوئی کمرۂ عدالت سے باہر نکل گئی۔ اور پیچھے وہ دونوں بھائی اس کی پشت دیکھتے رہ گئے۔

\*\*\*\*\*

سر مئی بادل جو کچھ وقت سے آسمان پر ڈیرہ جمائے ہوئے تھے، اب واپس جا چکے تھے۔ موسلا دھار بارش کے بعد نمودار ہونے والی قوسِ قزح خوشی کی نوید سنارہی تھی۔ اُن سنے ساز پر رقص کرتی ہوا اور اس کے دوش پر سرسراتے پتے، گویا قدرت بھی جشن منارہی تھی۔

کچھ ایسا ہی موسم کورٹ کے باہر بھی تھا جہاں وہ سفید یونیفارم اور سیاہ کوٹ میں ملبوس پروقار چال چلتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی، جسے گارڈ پارکنگ سے نکال کر گیٹ کے سامنے ہی لاچکا تھا۔

گیٹ کے باہر اب میڈیا کے نمائندے موجود نہیں تھے کیونکہ کیس کی اختتامی رسومات پوری کرتے کرتے سہ پہر ہو چکی تھی۔

اس نے ایک ہاتھ سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر ساری چیزیں سیٹ پر رکھیں۔ پھر سیٹ کا دروازہ بند کر کے آگے آئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"سنیں"

حرم کا دروازہ کھولتا ہوا ہاتھ تھا۔ اس نے حیرت سے مڑ کر دیکھا۔ وہ مین گیٹ پر ہاتھ  
جمائے کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"کریں"

"یہاں نہیں"



بھوری آنکھوں میں امدی ناگواری کو محسوس کرتے ہوئے اس نے جلدی سے وضاحت  
پیش کی۔



"میرا مطلب یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔" اس نے سڑک کی طرف اشارہ کیا۔ حرم نے سر ہلایا۔

"کیا کوئی اہم بات ہے؟" حرم کے سوال پر وہ ایک لمحے کے لیے زروس ہوا۔

"میرے لیے تو تھارے متعلق ہر بات ہی اہم ہے۔" دل نے جواب پیش کیا جس پر دماغ نے دل کو ڈپٹ دیا کہ عین ممکن تھا کہ اس جواب پر وہ اس کا سر پھاڑ دیتی۔

"ہاں بھی اور نہیں بھی۔" اس نے بلاوجہ ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے جھجھک کر جواب دیا۔ حرم نے اسے حیرت سے دیکھا۔

www.urdu novelsmania.com

"ٹھیک ہے کل شام میں ملتے ہیں۔ ایڈریس میں ٹیکسٹ کر دوں گی۔" غیر متوقع طور پر وہ آسانی سے مان بھی گئی۔

سر مئی آنکھیں بھوری آنکھوں سے ملیں۔ اسی وقت آسمان پر چھائی قوس قزح کے رنگ واضح ہوئے۔ ہوا کا جھونکا مسکراتا ہوا ان کے درمیان سے گزر گیا۔

حرم سر جھٹک کر خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد بھی وہ وہیں کھڑا نظروں سے اوجھل ہوتی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس بات سے یکسر انجان کہ اس کے عبابی ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ دور کھڑے سیف نے تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا۔ یہ نہیں سدھر سکتا۔

\*\*\*\*\*

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

دو دن پہلے :

علین کو سکول کے اندر پہنچا کرا بھی اس نے گاڑی سٹارٹ ہی کی تھی کہ کوٹ میں پڑا موبائل بج اٹھا۔ ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھام کر اس نے دوسرے ہاتھ سے موبائل نکالا اور کال اینڈ کر کے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔

"السلام علیکم۔ ہاں رضا بولو کام ہوایا نہیں؟" اس نے ساری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی میم۔ جیسا ہم نے سوچا تھا، ویسا ہی ہوا۔ جس نمبر سے آپ کو کالز آتی ہیں اور جو شخص آپ کو پارسلز بھیجتا ہے وہ عورت نہیں آدمی ہے۔ مجھے شک ہے کہ اسی نے کسی کے کہنے پر وہ قتل کیا ہے اور الزام اس ایم این اے پر لگا دیا کیونکہ جب سے کیس شروع ہوا ہے، یہ شخص اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا اور جس علاقے یہ میں رہ رہا ہے، وہ ابھی رہائش پذیر ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام اس نے کسی کے کہنے پر کیا ہے۔"

"ہمم۔ شک تو مجھے بھی یہی ہے۔ کیا تم نے اس آدمی پر نظر رکھی ہوئی ہے؟"

www.urdu novelsmania.com

"جی میم"

"گڈ۔ ابھی اس پر مزید کچھ دیر نظر رکھو۔ میں کورٹ سے اس کا اریسٹ وارنٹ لے کر اس کو گرفتار کرواتی ہوں پھر دیکھتے ہیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ پتا نہیں یہ لوگ چند روپوں کے عوض اپنا ضمیر کیسے بیچ دیتے ہیں۔"

"میم ضمیر کو مار کر ہی تو ایسے کام کیے جاتے ہیں کیونکہ ضمیر صحیح اور غلط کے درمیان ایک پردہ ہے اور حوس سب سے پہلے اس پردے کو گراتی ہے۔" رضا سنجیدگی سے بولا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔ خیر وقت بہت کم ہے ہمارے پاس۔ میں وارنٹ جاری کرواتی ہوں۔ اللہ حافظ۔" حرم نے ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھا کر رضا کی بیچھی ہوئی لوکیشن دیکھی۔ پھر موبائل واپس رکھ کر ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کر دی۔

www.urdu novelsmania.com

\*\*\*\*\*

اگلے دن جب وہ پولیس اسٹیشن پہنچی تب رضا اسی شخص کے ساتھ دماغ کھپا رہا تھا۔

"منہ کھولا اس نے؟" حرم کے پوچھنے پر رضانے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں۔ چلو اس کا منہ میں کھلواتی ہوں۔ کچھ لوگ لاتوں کے نہیں واقعی باتوں کے بھوت ہوتے ہیں۔"

رضانے کی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا تبھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔

دس منٹ بعد وہ دونوں لاک اپ میں قید اس بندے کے سامنے تھے۔ حرم نے پرسکون انداز میں ہاتھ میں پکڑی فالٹز وہاں پڑی کر سی پر رکھیں اور خود کر سی کی پشت تھام کر کھڑی ہو گئی۔

www.urdu novels mania.com

"دیکھو مجھے یہ جسمانی ٹارچر وغیرہ بالکل نہیں پسند کیونکہ تمھاری ہڈیاں ٹوٹنے سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہاں لیکن اگر تم مجھے وہ دے دو جو میں چاہتی ہوں تو اس میں تمھارا بھی فائدہ ہوگا اور میرا بھی۔" حرم نے پرسکون اور سنجیدہ لہجے میں بات کا آغاز کیا۔

"مم میں کچھ سمجھا نہیں۔" وہ آدمی ہکلاتا ہوا بولا۔ مار لگنے سے خاصہ نڈھال دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ بات ہم دونوں جانتے ہیں کہ تم نے وہ قتل کسی کی شہ پر کیا ہے۔ اور شاید میں اس کا نام بھی جانتی ہوں۔ لیکن بہر حال چاہے کسی کے بھی کہنے پر، جرم تو تم نے کیا ہے اور اس کی سزا بھی تمہیں ہر صورت ملے گی۔ لیکن اگر تم خود جرم قبول کر لو گے تو سزا شاید کم ہو جائے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اپنے لیے کتنی سزا چاہتے ہو۔"

حرم کے کہنے پر وہ آدمی تمسخر سے ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"تم لوگوں کو واقعی لگتا ہے کہ مجھے سزا ملے گی یا میں عدالت میں جاؤں گا؟ خام خیالی ہے تم لوگوں کی۔"

بات کے اختتام پر اس نے پھر سے بے ہنگم قہقہہ لگایا۔

حرم اس کی بات پر ایسے مسکراتی جیسے کوئی بڑا کسی بچے کی معصومانہ باتوں پر مسکراتا ہے۔

"اور تمہیں واقعی لگتا ہے کہ کوئی تمہیں بچالے گا؟ اگر کسی نے تمہیں بچانا ہوتا تو تم ساری رات جیل میں نہ سڑتے۔ ایک رات اچھے اچھوں کے ہوش ٹھکانے لگانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔" اور حرم کی بات سن کر اس کے واقعی ہوش ٹھکانے لگ گئے تھے۔

"رضا اس سے بیان ہر صورت لینا ہے اور وہ بھی آج ہی۔ اب یہ کام کس طریقے سے کرنا ہے یہ تم پر منحصر ہے۔" حرم نے اس پر نظر ڈال کر اپنی چیزیں اٹھائیں جب وہ آدمی بول پڑا۔

"کیا میں وعدہ معاف گواہ بن سکتا ہوں؟" اور اس کی بات سن کر حرم کا دل کیا تھا کہ وہ اس آدمی کا گلہ دبا دے۔

"تم نے چند پیسوں کی خاطر کسی معصوم کی جان لے لی۔ دوسرے بے گناہ کی جان تمہاری وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم چاہتے ہو کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ تم

بھی مٹی سے بنے ہو اور وہ بھی۔ تو تمہاری جان اتنی قیمتی کیسے کوئی کہ تمہیں انسانیت کا قتل کرنے کے بعد بھی چھوڑ دیا جائے۔ بولو "حرم طیش میں آ کر بولی۔

"رضا بیان لو اس کا۔ کل یہ ہر حالت میں عدالت پیش ہوگا۔" رضا کو سنجیدگی سے کہتی ہوئی وہ باہر نکل گئی۔

\*\*\*\*\*



میں لوگوں سے ملاقاتوں کے لمحے یاد رکھتا ہوں  
میں باتیں بھول بھی جاؤں تو لہجے یاد رکھتا ہوں

سرِ محفلِ رنگا ہیں مجھ پہ جن لوگوں کی پڑتی ہیں  
رنگا ہوں کے معنی سے وہ چہرے یاد رکھتا ہوں

ذرا سا ہٹ کے چلتا ہوں زمانے کی روایت سے



کہ جن پہ بوجھ میں ڈالوں وہ کاندھے یاد رکھتا ہوں

میں یوں تو بھول جاتا ہوں خراشیں تلخ باتوں کی  
مگر جو زخم گہرے دیں وہ رویے یاد رکھتا ہوں

ہانا ش نے سنجیدگی سے تمام پھولوں کے ہار گلے سے اتار کر پیچھے کھڑے اپنے سیکرٹری کے حوالے کیے جو پارٹی کے ممبران بڑے فخر اور جوش و خروش سے اس کو پہنا رہے تھے۔ کاظمی صاحب کے پرسکون رہنے کے اشارے پر اس نے سر جھٹک کر تلخی سے ان سب کو دیکھا۔ یہاں موجود زیادہ تر چہرے وہی تھے جو اس کے خلاف قتل کا مقدمہ درج ہونے پر اس کو تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور اب انہی چہروں پر مصنوعی خوشی کا خول چڑھائے والہانہ انداز میں اس سے ایسے مل رہے تھے جیسے ہانا ش کا ان سے بڑا کوئی خیر خواہ ہو ہی نہیں۔

پارٹی کے کچھ کارکنان ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈال رہے تھے اور کچھ ہاتھوں میں مشروب کے گلاس تھامے و جمعی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ جبکہ وہ کاظمی صاحب کے ساتھ ایک

سائڈ پر بیٹھا بیزاری سے ان کے ڈرامے کے ڈراپ سین کا انتظار کر رہا تھا۔ تبھی اس کے کانوں میں ایک آواز آئی۔

"ہونہ۔ خرید لیا ہو گا جج کو رشوت دے کر۔"

اس نے گردن موڑ کر اس طرف دیکھا جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔ ایک کارکن دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن سنا تو یہی ہے کہ اس کا ریکارڈ ہمیشہ صاف رہا ہے۔" دوسرا کارکن حیرت سے بولا۔

"اتنا ہی پارسہ ہوتا تو انسان نہیں فرشتہ ہوتا۔" یہ بات کہتے ہوئے وہ شخص شاید بھول گیا تھا کہ انسان فرشتوں سے زیادہ اونچے عہدے پر فائز ہے۔

سرمنی آنکھوں میں برہمی جاگی۔ اس نے اس شخص کو کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ کاظمی صاحب اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بول پڑے۔

"تمہیں پتا ہے ہاناں کہ ایک عام مکھی اور شہد کی مکھی میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

ہاناں نے آنسو اچکا کر انہیں دیکھا۔

"ایک عام مکھی پھولوں کے ڈھیر میں بھی گندگی ڈھونڈ ہی لیتی ہے جبکہ شہد کی مکھی گندگی کو چھوڑ کر ہمیشہ پھول پر بیٹھتی ہے۔ دونوں ہی مکھیاں ہیں۔ لیکن دونوں کی عادات اور باطن میں فرق ہے۔ انسانوں کی مثال بھی ان مکھیوں کی طرح ہی ہے۔ کچھ لوگ شہد کی طرح مٹھاس بانٹتے ہیں اور کچھ لوگوں کا کام ایک عام مکھی کی طرح گند پھیلانا ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں مکھیوں میں ایک عادت مشترک ہوتی ہے۔ دونوں اپنا کام ہر رکاوٹ کو پار کر کے پوری دجمعی سے کرتی ہیں۔ اسی لیے تم بھی اچھائی پھیلاؤ۔ ان کو پھیلانے دو گند۔" ان کی بات سن کر ہاناں مسکرا دیا۔

www.urdu novels mania.com

"آپ ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کبھی مجھے ڈانٹتے نہیں ہیں۔ ایسا کیوں؟"

"بچے کی مثال تو تم نے سنی ہی ہوگی نا۔" کاظمی صاحب نے اسے متبسم نگاہوں سے دیکھا۔

"لیکن میں بتیس سالہ مرد ہوں۔ بچہ تھوڑی ناہوں۔" ہاناش ہنس کر بولا۔

"ہر انسان کے اندر ایک بچہ موجود ہوتا ہے جس پر بڑھتی عمر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن ہاناش اس بچے کو کبھی مرنے مت دینا کیونکہ جب وہ بچہ مرتا ہے نا تو انسان کے اندر سے زندگی کو جینے کی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔" وہ اپنی نشست سے اٹھ کر، اس کا کندھا دبا کر جا چکے تھے اور وہ ان کے الفاظ کی گہرائی کو محسوس کرتا وہیں پیٹھا رہ گیا تھا۔

\*\*\*\*\*

"ناظرین آپ کو بتاتے چلیں کہ تحریک آزادی کے کارکن اور نیشنل اسمبلی کے ممبر سید ہاناش شاہ کو باعزت بری کر دیا گیا ہے۔ شہر کے بیشتر علاقوں میں تحریک آزادی کے کارکن جشن مناتے دکھائی دے رہے ہیں۔ سکرین پر چلتے لائیو مناظر میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ۔۔۔"

نیوزا ینکرا ب اپنے نمائندوں کی مدد سے شہر کے مختلف حصوں کی فوج دکھا رہا تھا جہاں کارکن سڑکوں پر نکل کر آتش بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

جبران قریشی نے انتہائی طیش میں ریموٹ اٹھا کر ایل ای ڈی کی سکرین پر مارا۔ ایل ای ڈی کی سکرین سیاہ ہو گئی اور کانچ ٹوٹ کر زمین پر بکھر گیا۔ لیکن ایک چیز توڑ کر اس کا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔ جو چیز اس کے ہاتھ میں آتی گئی وہ زمین سے لپٹ کر اپنی ناقدری پر ماتم کداں ہو گئی۔

"صارم" اس کا سیکرٹری جو دروازے کے باہر ڈرا سہما کھڑا تھا، اس کی دھاڑ پر چار و ناچار اسے اندر آنا ہی پڑا۔

www.urdu novelsmania.com

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ کوئی چیز اڑتی ہوئی اس کے ماتھے سے ٹکرائی اور زمین بوس ہو گئی۔ درد کی شدید لہر اس کے پورے وجود میں سرایت کرتی چلی گئی۔

"تم نے کہا تھا کہ اس معاملے کو سنبھال لو گے۔ کیا خاک سنبھالا ہے۔ وہ بڑے مزے سے دندنا تا پھر رہا ہے۔"

صارم ہاتھ کی مدد سے ماتھے سے رسنے والے خون کو روکتا سہمی ہوئی چڑیا کی طرح دبک کر ایک کونے میں کھڑا تھا۔

قریشی شراب کی بوتل منہ سے لگا کر خود کو پرسکون کرنے لگا۔

"باس اب کیا کرنا ہے؟" کچھ دیر بعد صارم نے آہستہ سے پوچھا۔ مبادہ وہ اسے جان سے ہی نہ مار دے۔

www.urdu novels mania.com

"اس کو اپنی آزادی کے گننے چنے دن آرام سے گزار لینے دو۔ کچھ عرصے بعد اس کا کام تمام کریں گے۔ اور ہاں ان سب لوگوں کو مروادو جو میرے کام کے متعلق جانتے ہیں یا جس کے پاس معمولی سا بھی ثبوت ہو۔" قریشی اب قدرے پرسکون لہجے میں بولا۔ شراب

کے نشے کا اثر ہونے کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ غنودگی میں جا رہا تھا۔ صارم نے نفرت سے اسے دیکھا۔ پھر سر ہلا کر درد کی ٹیسیں برداشت کرتا باہر چلا گیا۔

\*\*\*\*\*

چلو دور تک

اجنبی راستوں پہ پیدل چلیں  
کچھ نہ کہیں



اپنی اپنی تنہائیاں لیے

سوالوں کے دائروں

سے نکل کر

رواجوں کی سرحدوں کے پرے

ہم یونہی ساتھ چلتے رہیں

کچھ نہ کہیں

تم اپنے ماضی کا کوئی ذکر نہ چھیڑو  
میں بھولی ہوئی کوئی نظم نہ دہرائوں  
تم کون ہو  
میں کیا ہوں  
ان سب باتوں کو بس رہنے دیں  
کچھ نہ کہیں



چلو دور تک

اجنبی راستوں پہ پیدل چلیں!

ریسٹورینٹ کے پرسکون ماحول میں بیٹھے لوگ کھانے کے ساتھ خوش گپیوں میں بھی  
مصروف تھے۔ کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ساتھ میں مدھم  
آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں۔



اس کی نظروں کا مرکز گلاس وال کے دوسری طرف رکھے وہ پھول تھے جو گلاس سے صاف نظر آرہے تھے۔ سفید چنبیلی کی بیل زمین سے نکل کر ریسٹورینٹ کی چھت پر چڑھ رہی تھی۔ اسی وقت کوئی ریسٹورینٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

ہاناش کو وہ باہر سے ہی نظر آگئی تھی۔ اس لیے وہ بلا توقف اس کی طرف بڑھ گیا۔

حرم کی محویت کو کرسی سرکنے کی آواز نے توڑا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ ہاناش اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ اس وقت ایش گرے فارمل سوٹ میں ملبوس تھا۔ سیاہ بال سلکے سے پیچھے کی طرف سیٹ کیے ہوئے تھے۔

www.urdu novels mania.com

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام" ہاناش کے سلام کرنے پر اس نے سر ہلا کر جواب دیا۔

حرم نے اپنی ٹھنڈی کافی کو دیکھا۔ پھر مینیو کارڈ اٹھا کر اس سے پوچھا۔

"تم کچھ منگواؤ گے؟" اس نے آپ جناب والا کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔

"بلیک کافی" ہاناش نے زیر لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ حرم نے سر ہلا کر ویٹر کو اس طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"اس ملاقات کا مقصد؟" حرم نے کافی سی نکلتی بھاپ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ ایک لمحے کے لیے جربز ہوا۔ پھر گہرا سانس لے کر گھمبیر لہجے میں بولا۔  
 "میں جانتا ہوں کہ اس شخص سے جھوٹی گواہی آپ نے دلوائی تھی کہ وہ قتل اس نے اپنی ذاتی پر خاش کے سبب کیا تھا۔"

حرم نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔ پھر بولی۔  
 "جھوٹی نہیں سچی"

"سچ کو جھوٹ کے بادے میں پیش کریں گی تو وہ جھوٹ ہی لگے گا۔ لوگ چیزوں کی ظاہری حالت کو ہی دیکھتے ہیں۔"

"تم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جھوٹ کو سچ کے بادے میں پیش کیا۔ یہ فقرہ زیادہ مناسب رہتا۔" حرم اسے دیکھتے ہوئے مزے سے بولی۔

وہ بے رحم ہونے کے ساتھ ساتھ ڈھیٹ بھی تھی۔ ہاناش سر جھٹک کر ہنس پڑا۔

"مطلب آپ کہنا چاہ رہی ہیں کہ وہ قتل میں نے کیا ہے؟"

www.urdu novels mania.com

"ہُنوز"

اور ہاناش کا صدمے سے منہ کھل گیا۔

حرم نے اس کے تاثرات دیکھ کر مسکراہٹ دہائی۔ پھر براؤنیز کی پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی۔ کانٹے کی مدد سے چھوٹا سا ٹکڑا توڑ کر منہ میں رکھنے لگی کہ اس کا ہاتھ ہوا میں ہی

رک گیا۔ اس نے پہلے ہاناش کا سوٹ دیکھا۔ پھر اپنے کپڑوں پر نظر ڈالی۔ پھر دوبارہ ہاناش کو دیکھا۔ ہاناش نے الجھ کر اس کو دیکھا۔ پھر اس کی نظروں کا تعاقب کیا تو وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا۔ اس کے ہونٹوں کے کونوں سے پھوٹی مسکراہٹ نے حرم کو آگ ہی لگا دی۔

وہ دونوں ہی اس وقت ایش گرے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ حرم کی سادہ شلوار قمیض تھی جس پر جامنی رنگ کی پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ شال کو اس نے پھیلا کر کندھوں پر ڈالا ہوا تھا جبکہ سیاہ بال کچر میں مقید تھے۔ ریسٹورینٹ کی زرد روشنی میں اس کی گندمی رنگت چمک رہی تھی۔

ہاناش کو اس وقت وہ اپنے دل کے بہت قریب لگی۔ لیکن وہ پبلک پلیس پر اپنی عزت کا کباڑہ نہیں کروانا چاہتا تھا۔ اس لیے دل کو ڈپٹ دیا جو بار بار اس کو دیکھنے کی زد کر رہا تھا۔

حرم نے جلدی جلدی اپنی کافی ختم کی اور جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں ریسٹورینٹ سے ایک ساتھ نکلے تھے۔

پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں اپنے پیچھے ایک آواز سنائی دی۔

"اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔ اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش اور ایک ساتھ رکھے گا۔"  
ان دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

ایک پانچ چھ سالہ بچی میلے کچیلے حلیے میں ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ حرم کو اس میں علین نظر آئی۔ وہ بھی تو تقریباً اتنی سی ہی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔ اس نے اپنے بیگ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بیگ سے پیسے نکال کر سراٹھایا تو دیکھا کہ ہاناش اس بچی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے والٹ میں سے ہزار والے چند نوٹ نکال کر اس بچی کو تھمائے۔ بچی کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔ پھر اس نے دوبارہ اس کو کچھ کہا۔ بچی نے سر ہلایا۔

حرم کو اس وقت وہ شخص پیارا لگا تھا۔ اسے یاد آیا کہ یونیورسٹی میں بھی کوئی مانگنے والا مل جاتا تو وہ رک کر اس کو یونیورسٹی بے دریغ پکڑا دیا کرتا تھا۔ وہ ایک بات ماننے پر مجبور ہو گئی تھی کہ اس شخص کا دل واقعی بہت پیارا تھا۔

ہاناش کھڑا ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ ایک دم اس کو نچی کی دعا یاد آئی تو ایک دلکش مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔ گہرا سانس لے کر مسکراتا ہوا وہ بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

\*\*\*\*\*

سیاہ گاڑی سید لاج کے پورچ میں آ کر رکی۔ گاڑی سے نکل کر وہ لان کی طرف ہی بڑھ گیا جہاں ولیجہ اور سیف بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ابراہیم پورے لان میں سائیکل گھماتا پھر رہا تھا۔

"السلام علیکم بھائی" اس کو اس طرف آتا دیکھ کر ولیجہ شاہ نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے مسکرا کر ولیجہ کے سلام کا جواب دیا۔

"میں یہ کال سن کر آتی ہوں۔" ولیجہ نے موبائل سامنے کیا جس کی بیل بجنا شروع ہو گئی تھی۔ سیف سر ہلا کر اس کی طرف متوجہ ہوا جو دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"سوہاؤ واز دی ڈیٹ؟" سیف نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔ جواباً ہاناش نے اسے زبردست گھوری سے نوازا۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"تم فلحال اپنا منہ بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟ کس خوشی میں؟" سیف فوراً ترخ کر بولا۔

"حرم کو کیا کہہ کر آئے تھے تم؟"

"اوہ تو پراسیکیوٹر صاحبہ نے تم سے میری چغلی کی ہے۔ ویسے مجھے ان سے اس قدر غیر مہذب حرکت کی امید نہیں تھی۔" بکواس کیے بغیر اس شخص کا بالکل گزارا نہیں تھا۔

"جیسے میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں ہوں۔" ہاناش خشمگین لہجے میں بولا۔ جواباً سیف نے پورے دانتوں کی نمائش کر دی۔

"ہائے بڑے پاپا" ابراہیم سائیکل چلاتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"ہئے چیمپ"

"بڑے پاپا آپ میرے ساتھ کھیل گئے؟" اس سے پہلے کہ ہاناش کوئی جواب دیتا، سیف کی زبان پھسلی۔

"بیٹا اب اکیلے کھیلنے کی عادت ڈال لو۔ کیونکہ بڑے پاپا کے ساتھ کھیلنے کے لیے کوئی اور آرہی ہے۔"



"جب بھی بونا فضول ہی بونا۔ آؤ ابراہیم ہم نیڈ فار سپیڈ کھلیتے ہیں۔" سیف کو جھڑک کو وہ ابراہیم سے مخاطب ہوا۔

"اب تم لڑکیوں والی گیمز کھیلنے کی عادت ڈال لو کیونکہ مستقبل قریب میں تمہیں یہی کھیلنی پڑیں گی۔" مجال ہے جو وہ باز آجائے۔

ہاناش نے اسے تاسف سے دیکھا اور ابراہیم کو لے کر اندر بڑھ گیا۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

وہ جلدی جلدی میز پر بکھری فائلز اکٹھی کر کے اپنے بیگ میں رکھ رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے سڈی روم سے نکل کر اپنا سوٹ کیس اور دیگر چیزیں اٹھائیں۔

"سیف آپ کو یوں اچانک کیوں جانا پڑ رہا ہے؟ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔" ولیجہ اس کی پیکنگ دیکھ کر ناراضی سے بولی۔

"پہلے ایسا اس لیے نہیں ہوتا کہ میں ایسی صورت حال کے لیے تیاری کر کے رکھتا ہوں۔ لیکن اس بار ہاناش کے چکر میں بزنس کو صحیح طریقے سے دیکھ ہی نہیں پایا۔ اب لاہور والی پرائیج میں جو نقصان ہوا ہے، اور اس کو ٹھیک کرنے میں کتنا وقت اور رقم لگے گی، یہ تو جا کر دیکھنا پڑے گا، تبھی پتا چلے گا۔ لیکن بے فکر رہو اگلے ہفتے واپس آ جاؤں گا۔" سیف نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے ساتھ میں اس کی پیشانی پر پیار کیا اور کمرے سے نکل پڑا۔

ہاناش جو اسی وقت آیا تھا، سیف کو سامان کے ساتھ کہیں جاتا دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔  
"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"آپ کی بدولت جو نقصان ہوا ہے اسی کا جائزہ لینے جا رہا ہوں۔" سیف خشمگین لہجے میں بولا۔

"میری وجہ سے کونسا نقصان؟ کیا میں نے کہا تھا کہ تم سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر میری فکر میں دبلے ہو جاؤ؟" ہاناش نے اسے گھورا۔

"بڑے بڑے احسان فراموش دیکھے ہیں لیکن تم جیسا احسان فراموش میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" سیف تلملا کر بولا۔

"کونسا احسان؟ کیسا احسان؟" ہاناش نے کافی پیتے ہوئے اسے مزید چڑایا۔

"بیٹا یہ جو آپ اس وقت یہاں سکون سے بیٹھے مسلسل زبان چلا رہے ہیں نا، یہ میری ہی بدولت ہوا ہے۔ ورنہ اس وقت یا تو آپ جیل میں سڑ رہے ہوتے یا میں آپ کے قل کی بریانی کھا رہا ہوتا۔"

سیف بھیا کو تو آگ لگی ہوئی تھی جس کی چنگاریوں سے وہ ہاناش بھیا کو بھی بھسم کرنا چاہتے تھے، لیکن ہاناش بھیا بھی آخر انہی کے بھیا تھے، مزے سے بولے۔

"سچ افسوس ہوا آپ کا اتنا بڑا غم سن کر۔ لیکن تم بے فکر رہو۔ جب تم واپس آو گے تو ہم دونوں مل کر سہی سے اس غم کا افسوس منائیں گے اور بریانی بھی کھائیں گے۔"

ولیجہ شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ سیف ان دونوں کو کیونہ توڑ نظروں سے دیکھتے ہوئے غصے سے اللہ حافظ کہتا چلا گیا۔ ہاناش اور ولیجہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کھل کر ہنس پڑے۔

\*\*\*\*\*

وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھی تھی جس کا ماحول اے سی کی بدولت ٹھنڈا اور خوشگوار تھا۔ عادت سے مجبور اس نے اپنی کافی کا کڑواہ محلول اپنے اندر اتارتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل میں کسی کا نمبر ڈائل کیا۔ چند لمحوں بعد کال اینڈ کر لی گئی تھی۔

"السلام علیکم۔ رضاتم نے اس آدمی سے جو بیان لکھوایا تھا، وہ کہاں ہے؟"

"میم وہ تو ہم نے کورٹ میں جمع کروا دیا تھا۔"

"رضا۔ میں اصل بیان کی بات کر رہی ہوں، کورٹ میں جو پیش کیا گیا تھا، وہ اصل اور لفظ بہ لفظ نہیں تھا۔" اب کی بار وہ تحمل سے ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"اوہ اچھا وہ والا۔ میرے پاس ہی ہے۔ آپ کو چاہیے؟" رضا کھسیانی سی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں مجھے چاہیے۔"

"جی ٹھیک ہے۔ میں آپ کو بھیج دیتا ہوں۔ لیکن میم ایک بات مجھے سمجھ نہیں آتی۔ ہمارے پاس ثبوت تھے مگر پھر بھی آپ نے جبران قریشی پر کیس نہیں چلایا۔ حالانکہ اس ایم این اے کے کیس میں قریشی بھی پھنس سکتا تھا اور اس طرح اصل مجرم کو سزا بھی مل جاتی۔"

"ہمارے پاس جبران قریشی کے خلاف ثبوت اتنے نہیں ہیں کہ اس پر ایک لمبی چوڑی چارج شیٹ بن جائے۔ اور اگر ہم اسے ہاناش شاہ کے کیس میں ہی پھنسانے کی کوشش کرتے تو دونوں بندوں کا معاملہ ہی مشکل ہو جاتا۔ ہاناش شاہ کا کیس ختم ہوا۔ اب آئی جبران قریشی کی باری تو بڑی مچھلی کو پکڑنے کے لیے جال بھی بڑا اور مضبوط ہونا چاہیے۔ اب آگئی سمجھ؟"

"جی میم۔ میں آپ کو وہ فائل بھیج دیتا ہوں کچھ دیر تک۔"

"شکریہ۔ اللہ حافظ"

موبائل بند کر کے وہ چند لمحے پر سوچ نظروں سے دیوار کو تکتی رہی پھر گہرا سانس لے کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ ابھی اپنے آفس سے نکلا ہی تھا کہ کوٹ کی پاکٹ میں رکھا موبائل بج اٹھا۔ اس نے موبائل نکالتے ہوئے پیچھے آتے اپنے سیکریٹری سے کچھ کہا۔ سیکریٹری سر ہلا کر دوسری سمت چلا گیا۔ اس نے موبائل نظروں کے سامنے کیا تو سکرین پر چمکتا نام دیکھ کر چونک اٹھا۔

"السلام علیکم۔ کیسی ہیں آپ؟" اپنی حیرت کو چھپا کر ہاناش سنجیدگی بولا۔

"وعلیکم السلام۔ الحمد للہ۔ کیا ہم مل سکتے ہیں؟" وہ بغیر کسی تمہید کے سیدھا مدعے پر آئی تھی۔ اور یہ ملا تھا ہاناش کو دوسرا جھٹکا۔

"ٹھیک ہے۔ کل مل لیتے ہیں اسی ریسٹورنٹ میں جہاں پہلے ملے تھے۔ لیکن امم اس ملاقات کا کوئی خاص مقصد؟" وہ چاہنے کے باوجود خود کو یہ سوال پوچھنے سے روک نہیں پایا تھا۔

"کچھ بتانا ہے بلکہ کچھ دینا ہے آپ کو۔ مزید تفصیلات میں فون پر نہیں دے سکتی۔ کل بات کریں گے۔ اللہ حافظ"

\*\*\*\*\*

سر مسی بادل آج پھر آسمان کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ ہوا کے نرم جھونکے تازگی کا احساس دلا رہے تھے۔ ہاناش کھڑکی کے پاس کھڑا کافی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے موبائل تمام کرکان کو لگا یا ہوا تھا۔ ہوا کا جھونکا اس کے بالوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

"مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ حرم نے قریشی کے خلاف ثبوت تمہیں کیوں دیے ہاناش؟" فون کے اسپیکر سے سیف کی آواز ابھری۔

حرم کو اس کے کیس کی تفتیش کے دوران قریشی کے خلاف جتنے بھی ثبوت ملے تھے، وہ حرم نے ہاناش کے حوالے کر دیے تھے۔ ہاناش نے واپس آ کر سیف کو ان ثبوتوں اور حرم سے ملاقات کے متعلق آگاہ کیا تھا۔



"پتا نہیں۔ ویسے اس کا انداز تو یہی کہہ رہا تھا کہ اب تم جانو اور تمہارا کام۔ بہت ہو گئی میں تمہارے لیے خوار۔" ہاناش نے کافی کے قطرے اپنے اندر اتارتے ہوئے پر مزاح انداز اپنایا۔

فون کے اسپیکر سے سیف کا قہقہہ گونجا۔  
 "ویسے پراسیکیوٹر صاحبہ سے اسی طرح کے جملوں کی امید کی جاسکتی ہے۔"

"ہو جاو شروع تم اس کی شان میں زمین آسمان ایک کرنے کے لیے۔ پتا نہیں تمہیں اس سے کیا بیر ہے" ہاناش خشمگین لہجے میں بولا۔

www.urdu novels mania.com

"بیر تھا۔ اب نہیں ہے۔ بلکہ اب تو پراسیکیوٹر صاحبہ کو شکریہ ادا کرنا بنتا ہے۔ میں ایک دفعہ یہاں کے کام سے فارغ ہو جاؤں پھر تسلی سے اسے سلامی پیش کرنے جاؤں گا۔" سیف مزے سے بولا۔

"کس بات کا شکریہ؟"

"وہ ہمارا راز ہے۔ تم اس کے خیالوں میں گم رہو۔ اللہ حافظ"

ہاناش نے سر جھٹک کر فون کی اسکرین کو دیکھا جو کال ختم ہونے کا پیغام دے رہی تھی۔  
پھر گہرا سانس لے کر کھڑی کے سامنے سے ہٹ گیا۔

\*\*\*\*\*

پھر ہوئی شین الف میم، خدا خیر کرے  
ہاتھ میں آگیا پھر جمیم الف میم، خدا خیر کرے  
www.urduNovelsMania.com

عشق پہلا ہے، مجھے ڈر ہے، ہونہ جاؤں کہیں  
نون الف کاف الف میم، خدا خیر کرے

عشق کی راہ گز میں نظر آتے ہیں مجھے  
ہر طرف دال الف میم، خدا خیر کرے

تُو میرے واسطے سکھ چین، میرے واسطے تُو  
الف مد آ'رے' الف میم، خدا خیر کرے

عین، شین، قاف سے پالا ہے میرا جب سے پڑا  
کچھ نہیں کاف الف میم، خدا خیر کرے

ایک اپنا تھا، خدا جانے ہوا کیا اس کا!  
الف نون جیم الف میم، خدا خیر کرے

ابو حمدان

ایک ہفتے بعد:

اند رکی بے چینی سے گھبرا کر وہ باہر آگئی تھی لیکن شاید موسم بھی اس کی اندرونی حالت کی طرح گھٹن زدہ تھا۔ اس نے بالکونی کے کونے میں پڑے میز پر رکھے جگ میں سے پانی کا گلاس بھرا اور ایک ہی سانس میں پی لیا۔ لیکن پھر بھی بے چین۔ تنگ آ کر وہ کمرے سے ایک کتاب لے آئی اور بالکونی میں رکھے گول جھولے میں بیٹھ گئی۔

اس نے کتاب کا سرورق دیکھا۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ نام نہیں دیکھ سکی تھی۔ بس جو کتاب ہاتھ میں لگی وہ اٹھلائی۔ کتاب کے کارڈ پر (Rumi's Daughter) لکھا ہوا تھا۔ یہ ایک فارن آتھر کی مولانا جلال الدین رومی پر لکھی گئی کتاب تھی۔ پچھلی سائنڈ پر کہانی کا مختصر سا تعارف دیا ہوا تھا۔ سب سے اوپر بڑے بڑے حروف میں رومی کا ایک قول لکھا تھا۔

www.urdu novels mania.com

“love is like an ocean without shores. You have to learn to bear it”

اس نے زیر لب قول دہرایا۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ ہر سمندر کا کنارہ ہوتا ہے۔ اس نے حیرت سے سوچا۔ لیکن شاید اس نے پہلے حرف پر غور نہیں کیا تھا۔ تو یعنی محبت۔ یہ کوئی عام سمندر کی طرح تھوڑی ہوتی ہے۔ جو ایک بار اس میں داخل ہو جائے یہ اسے نگل کر ہی دم لیتی ہے۔ پھر انسان چاہے جتنے مرضی ہاتھ پاؤں مار لے، اس سمندر سے نکلنا ناممکن ہے۔

اس نے عجیب سے دل کے ساتھ کتاب کھولی۔ ایک خالی صفحے پر مختلف نمبرز لکھے ہوئے تھے۔ یہ کتاب وہ پہلے بھی پڑھ چکی تھی۔ اس لیے جولا سنز اس کو اچھی لگی تھیں، ان کو ہائی لائنٹ کر کے ایک صفحے پر ان کے نمبرز نوٹ کر لیے تھے۔ اس نے بک مارک والا صفحہ کھولا۔ سامنے ہی ہائی لائنٹ ہوئی لائن سب سے نمایاں ہو کر اس کی توجہ کھینچ رہی تھی۔

www.urdu novels mania.com

“The rose may be hidden to the eye, yet the wind still carries its fragrance”

یہ ایک حقیقت تھی۔ پھول چاہے نظروں کے سامنے ہو یا او جھل، اس کی خوشبو اس کی موجودگی کا پتا دے دیتی ہے۔ وہ ذرا سا مسکرائی۔ اچانک صفحے پر دو آنکھیں نمودار ہوئیں۔ سر مئی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر ہمیشہ جھک جاتی تھیں۔ اس نے بے یقینی سے کتاب کو دیکھا۔ پھر اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

"اس کے لہجے میں ہمیشہ تمہارے لیے احترام ہوتا ہے۔ جیسے تم کوئی بہت مقدس ہستی ہو اور تمہاری شان میں ادا کیا گیا کوئی بھی غیر مہذب لفظ اسے گناہ گار کر دے گا۔"

"میں یہ سب کیوں سوچ رہی ہوں۔" وہ سر جھٹک کر کتاب کی طرف متوجہ ہوئی۔ اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے ریسٹورینٹ کا منظر گھوم گیا۔

www.urdu novels mania.com

اس کو دیکھ کر سر مئی آنکھوں میں در آنے والی نرمی اور چمک۔ ان دونوں کا سیم کھر پھٹنا اور کے نوٹس لینے پر ہاناش کا مسکراہٹ چھپانا۔ اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"حرم مت سوچو یہ سب۔ تم ہمیشہ سے پریکٹیکل لائف گزارتی آئی ہو۔ ان خرافات کی تمہاری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔" اس نے خود کو ڈپٹا۔

ہوا کا جھونکا مسکراتا ہوا وہاں سے گزر گیا۔ اگر خیالات پر انسان کا کنٹرول ہوتا تو دنیا میں لاکھوں لوگ بے سکون نہ ہوتے۔

\*\*\*\*\*



اک شخص دیکھا ہے میں نے آئینے میں  
خدا دنیا سے ہے کلام خود سے بھی نہیں کرتا

وہ کافی دیر سے کھڑکی کے سامنے کھڑی آسمان پر نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ تبھی اس کی محویت کو فون کی چنگھاڑتی آواز نے توڑا تھا۔

"السلام علیکم" فون کان سے لگا کروہ بیزاری سے بولی۔ اس وقت کسی سے بات کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ موڈ کیوں خراب ہے؟" زاہرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ کیا کر رہی تھی؟" وہ گہرا سانس لے کر کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گئی۔

زاہرہ اس کی کزن تھی جو اپنی فیملی کے ساتھ لندن میں رہتی تھی۔

"کچھ خاص نہیں۔ بچوں کو چھٹیاں ہو رہی ہیں تو وہ آئے دن کسی نہ کسی جگہ گھومنے کی فرمائش کرتے رہتے ہیں"

"علین کی بھی چھٹیاں ہو رہی ہیں۔"

اب وہ بیڈ پر نیم دراز ہو گئی تھی۔



"واقعی۔ پھر تو تم اس کو لے کر آ جاؤ یہاں۔ بچے تم دونوں کو بہت مس کرتے ہیں۔ میرا آفس کا مسئلہ ہیں ورنہ میں خود آ جاتی۔"

"اُمم زارا وہ جو تمہارا دوسرا فلیٹ ہے۔ اس کی کیا کنڈیشن ہے؟"

"وہ تو فحال خالی ہے۔ ایک مہینہ پہلے ہی اس کا ایگریمینٹ ختم ہوا ہے۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں سوچ رہی ہوں لندن شفٹ ہو جاؤں۔" اس نے بیڈ کی سفید چادر پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

www.urdu novels mania.com

"حرم آریو اوکے؟ ہو کیا ہے؟ تمہاری آواز بھی عجیب لگ رہی ہے۔ اچانک ایسا کیا ہوا جو تم سب کچھ چھوڑ کر یہاں شفٹ ہونا چاہتی ہو؟" اب کی بار زارا کے لہجے میں تشویش تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس اس روٹین سے فیڈ اپ ہو گئی ہوں۔ اسی لیے چہنچ کا سوچا۔"

"اور علین؟ اس کی پڑھائی کا حرج نہیں ہو گا کیا؟"

"انہنہ۔ کچھ دن پہلے ہی وہ نیکسٹ کلاس میں پروموٹ ہوئی ہے۔ تو زیادہ مسئلہ نہیں ہو گا اور ذہین بھی ہے تو کور کر لے گی۔"

"تو تم نے پکا ارادہ کر لیا ہے؟"

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"ہاں"

"چلو ٹھیک ہے۔ جیسے تمہیں بہتر لگے۔ تو پھر کب تک آرہی ہو؟"

"تقریباً ایک ڈیڑھ ہفتہ"

"اتنی جلدی ویزہ لگ جائے گا؟" اب زار نے حیرت سے پوچھا۔

"زاہرہ صاحبہ آپ شاید بھول رہی ہیں کہ میں ایک وکیل ہوں۔" "حرم بے نیازی سے بولی۔ پھر چند ایک باتیں کر کے فون بیڈ پر پھینک دیا۔

اسے جلد از جلد یہاں سے جانا تھا۔ اگر مزید یہاں رہی تو وہ پاگل ہو جائے گی۔ اسے لگ رہا تھا کہ جگہ کی تبدیلی سے دل کی بے چینی بھی کم ہو جائے گی۔ اس بات سے بے خبر کہ یہ کوئی وقت جذبہ تھوڑی نہ تھا جو اتنی آسانی سے جان چھوڑ دیتا۔ ابھی تو اس سفر کا آغاز ہوا تھا۔ اور اس سفر کے دو ہی انجام ہوتے ہیں۔ یا تو انسان منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ یا پھر تکلیفیں سستے سستے راستے میں ہی ڈھیر ہو جاتا ہے۔ لیکن واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اور ابھی تو اس کے سفر کا آغاز ہی ہوا تھا۔

\*\*\*\*\*

"مما ہم کیوں جا رہے ہیں؟" علین نے معصومیت سے پوچھا۔

حرم علین کی چیزیں پیک کر ہی تھی جبکہ علین بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ دائیں ہاتھ میں چاکلیٹ آئس کریم پکڑی ہوئی تھی جبے وہ ٹانگیں ہلاتے ہوئے مزے سے کھا رہی تھی۔

"کیونکہ زارا آنی اور صائم وغیرہ آپ کو مس کرتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے پاس ج رہے ہیں؟" حرم نے اس کی شرٹ تہہ کرتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو وہ خود کیوں نہیں آ رہے ملنے؟" ایک اور معصوم سا سوال۔

"کیونکہ زارا آنی آفس جاتی ہیں نا۔ اس لیے وہ لوگ نہیں آ سکتے"

"آفس تو آپ بھی جاتی ہیں۔"

"مجھے چھٹیاں مل گئی ہیں۔"

"ان کو چھٹیاں نہیں مل سکتیں؟"

"نہیں کیونکہ ان کے باس سخت ہیں۔"

"آپ کے باس سخت نہیں ہیں؟" اس کے اتنے سوالوں پر حرم کا سر چمکا گیا۔ اتنے سوال تو کورٹ میں بھی نہیں پوچھے جاتے۔

"نہیں میرے باس اچھے ہیں۔ اور چپ کر کے اپنی آنس کریم کھاؤ۔" اس کے ڈانٹنے پر علین نے منہ بنایا۔ اسی وقت نوری کمرے میں داخل ہوئی۔

www.urdu novels mania.com

"بی بی جی آپ کی کافی۔"

"ٹبل پر رکھ دو۔"

"مما کیا نوری آپ ہی ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی؟"

"نہیں"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہ اپنی ماسے ملنے جائیں گی۔"

"یہ اپنی ماسے کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟"

"کیونکہ یہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔"

"اور یہ ہمارے ساتھ کیوں رہتی ہیں؟" پھر سے سوال جواب کا سلسلہ شروع۔ حرم کا اپنا سر پکڑ لینے کو دل چاہا۔

"علین نو مور کو نیسچنز۔" حرم نے اب کی بار ذرا سختی سے کہا۔

علین نے منہ لٹکا کر نوری کو دیکھا۔ نوری بھی اسی کی طرح اداس لگ رہی تھی۔

"نوری یہ رکھ لو۔ اور ہاں جو کپڑے میری الماری میں رہ جائیں گے وہ تم لے لینا۔ تقریباً نئے ہی ہیں سب۔" حرم نے ایک لفاظہ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ نوری کو ضبط تھا کہ وہ پرانی چیزیں نہیں لیتی تھی۔

"بی بی جی میں آپ لوگوں کے بغیر کیسے رہوں گی؟" نوری افسرگی سے بولی۔

"یہ کہو کہ اے سی کے بغیر کیسے رہوں گی۔"

لو بھئی۔ نوری کے خلوص پر شک کر کے آپ نے اچھا نہیں کیا حرم بی بی۔ نوری کے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔

"بی بی جی آپ میری خدمتوں کو لاپچ کہہ کر میری توہین مت کریں۔ روزانہ اپنی صبح کی نیند قربان کر کے آپ کے لیے ناشتہ بناتی ہوں میں۔" نوری نے جتنا اپنا فرض سمجھا۔

"کبھی کبھی تو تم مجھے علین سے بھی چھوٹی بچی لگتی ہو نوری۔ گرواپ" حرم نے اسے گھر کا۔

"گرواپ؟ ہیں یہ کیا ہوتا ہے بی بی جی؟" نوری نے تحیر سے پوچھا۔ علین ماتھے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی۔

"اس کا مطلب ہے نوری آپ کی کہ بڑی ہو جائیں۔" علین کھلکھلاتے ہوئے بولی۔

"لو بھئی۔ اتنی بڑی تو ہو گئی ہوں میں۔ بلکہ اب تو میری منگنی بھی ہو گئی ہے۔" نوری  
نثر مارتے ہوئے بولی۔ حرم نے اسے تاسف سے دیکھا۔

"اس کا چہرہ دھلوا کر کمرے سے باہر لے جاؤ۔ زچ کر کے رکھ دیتی ہیں دونوں۔"  
نوری علین کا ہاتھ پکڑ کر باتھ روم میں لے گئی۔ اس نے بیگ کی زپ بند کر کے اپنا فون  
اٹھایا اور کسی کو کال ملانے لگی۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

"حرم بی بی سیفین صاحب آئے ہیں۔"

وہ اپنے کمرے میں موجود سٹڈی ٹیبل کا سامان سمیٹ رہی تھی کہ نوری نے آکر اطلاع  
دی۔



"اب کیا کام ہو سکتا ہے بھلا؟" اس نے خود کلامی کی لیکن پھر سر جھٹک کر نوری کی طرف متوجہ ہوئی۔

"انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔" نوری کو بھیجنے کے بعد حرم نے جلدی جلدی ساری چیزیں سمیٹ کر پاس پڑے کارٹن میں رکھیں۔ کارٹن ایک طرف رکھ کر کندھے پر ڈالے دوپٹے کو سر پر اوڑھا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

ڈرائنگ روم کا منظر دیکھ کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ صوفے کے پاس زمین پر کافی سارے ہینڈ بیگز اور چاکلیٹس کی ایک باسکٹ رکھی تھی۔ کچھ کھونے اور چاکلیٹس کے سپرز ٹیبل اور زمین پر بکھرے ہوئے تھے جبکہ ایک چاکلیٹ علین نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی جسے کھاتے ہوئے وہ سیفین کے ساتھ کھیل بھی رہی تھی۔

"سیفین یہ سب کیا ہے؟"

اس کی حیرت میں ڈوبی آواز پر سیف چوڑکا۔ پھر سادگی سے گویا ہوا۔

"یہ کچھ گفٹس ہیں۔"

"وہ تو نظر آ رہا ہے مجھے۔ لیکن اس کی کیا ضرورت تھی؟" حرم ننگی سے کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھی۔

"میں یہ سب تمہارے لیے نہیں علین کے لیے لایا ہوں۔ ہے ناں علین؟"

"جی ما۔ سیف چاچویہ گفٹس میرے لیے لائے ہیں۔" علین نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

علین کے منہ سے چاچو کا لفظ سن کر اسے دوسرا شک لگا تھا۔

"میں نے کیس کا فیصلہ تمہاری منشا کے مطابق کروادیا تو کیا مطلب اب تم کچھ بھی کر لو گے؟ اور چاچو؟ کس حیثیت سے تم خود کو چاچو کہلو رہے ہو؟" اس نے درشتی سے پوچھا جبکہ آنکھوں میں غصے کی شدید لہر موجزن تھی۔

"مارشوت کیا ہوتی ہے؟" علین کے معصومیت سے پوچھنے پر سیفین نے تیزی سے چہرہ جھکا کر اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"علین آپ جا کر اپنا بیگ پیک کرو۔ میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔" علین کو بھیج کر وہ پھر سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"دیکھو میری بات سنو۔ ہاں میں خوش ہوں کہ تم نے میری بات مانی۔ لیکن ان تحفوں کے پیچھے میرا پرگز کوئی غلط مطلب نہیں ہے۔" حرم کے خطرناک تیوروں سے گھبرا کر وہ جلدی سے بول اٹھا۔

"میں نے تمہاری نہیں اپنے ضمیر کی بات مانی ہے۔" آنکھوں سے گھورنے کا عمل اب بھی جاری تھا۔

"اب اسی طرح دل کی بات بھی مان لو۔" سیفین دوبارہ بولا۔

"اس وقت میرا دل شدت سے چاہ رہا کہ میں تمہارا قتل کر دوں۔" اس نے ہر لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔

"تم وکیلوں کو قتل و غارت اور لڑائی جھگڑوں کے علاوہ کچھ نہیں آتا کیا؟" سیفین نے اسے مصنوعی حیرت و تاسف سے دیکھا۔

www.urdu novels mania.com

"سیفین اگر تم میرے ہاتھوں ضائع نہیں ہونا چاہتے تو فوراً چلے جاؤ یہاں سے۔" اس نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔

"مروت نام کی کوئی چیز تو تم میں پائی ہی نہیں جاتی۔ یہ نہ ہوا کہ گھر آئے مہمان کو ایک کپ کافی ہی پلا دو۔" سیفین نے خشمگین لہجے میں کہا۔

"تم جیسے مہمان رحمت نہیں زحمت ہوتے ہیں۔ سیف مجھے پیکنگ بھی کرنی ہے اس لیے پلیر جاؤ۔" اب کی بار اس کے بیزاری سے کہنے پر سیفین چونکا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

"لندن"

"اچھا۔ واپس کب آؤ گی؟" بظاہر سیفین نے سرسری انداز میں پوچھا تھا۔ مگر اندر ہی اندر وہ بے چین ہوا تھا۔

"کبھی نہیں۔" حرم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں تم سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کسی کا دل دکھا کر انسان خود بھی پر سکون نہیں رہتا۔ میرے خیال میں تمہیں اسے ایک موقع دینا چاہئے۔ امید کرتا ہوں تم میری بات پر غور ضرور کرو گی۔ خدا حافظ" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"خدا حافظ" حرم نے وہیں بیٹھے اسے رخصت کیا۔

"نوری یہ سب چیزیں سمیٹ لو پلیز۔" چند لمحوں بعد تھکے تھکے سے انداز میں کہتی ہوئی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

بہت آسان ہے کہنا  
محبت ہم بھی کرتے ہیں  
مگر مطلب محبت کا،

سمجھ لینا نہیں آسان  
 محبت پا کے کھو دینا،  
 محبت کھو کے پالینا  
 یہ اُن لوگوں کے قصے ہیں  
 محبت کے جو مجرم ہیں  
 جو مل جانے پہ ہنستے ہیں  
 پچھڑ جانے پہ روتے ہیں

سنو۔۔ !!

urdu  
 novels mania  
 www.urdu novels mania.com

محبت کرنے والے تو  
 بہت خاموش ہوتے ہیں  
 جو قربت میں بھی جیتے ہیں  
 جو فرقت میں بھی جیتے ہیں  
 نہ وہ فریاد کرتے ہیں  
 نہ وہ اشکوں کو پیٹتے ہیں

محبت کے کسی بھی لفظ کا،

چرچا نہیں کرتے

وہ مر کے بھی اپنی چاہت کو،

بکھی رُسا نہیں کرتے

بہت آسان ہے کہنا

محبت ہم بھی کرتے ہیں۔۔!

سٹڈی روم کی پرسکون خاموشی میں ہاناش کی آواز ابھری۔

"اس فائل کو دیکھ لینا۔ اور ہاں مجھے اس کام میں کوئی کوتاہی یا تاخیر نہیں چاہئے۔ آئی

سمجھ؟" اس کے سیکرٹری نے، جو اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا، سر ہلایا۔

www.urdu novels mania.com

وہ خود کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سفید فارمل شرٹ جس کی بازوئیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں،

سر مئی آنکھوں پر گلاسز پہنے وہ سنجیدگی سے اسد کے ساتھ مختلف فائلوں کو ڈسکس کر رہا

تھا۔



اسی وقت سیفن اندر داخل ہوا۔ ہاناش نے ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔ سیفن نے اسد کو اشارہ کیا۔ اسد سر ہلا کر باہر چلا گیا۔

چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔ ہاناش نے سر اٹھا کر منتظر نظروں سے سیف کو دیکھا جیسے اس کی آمد کا مقصد جاننا چاہ رہا ہو۔

"وہ جا رہی ہے۔" سیف سنجیدگی سے بولا۔

"کون؟" انجان بننے کی کوشش کی گئی۔

"ہاناش تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔"

"اچھا کہاں جا رہی ہے؟"

"لندن"

"تو جانے دو۔" سیف نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں واقعی کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر وہ چلی گئی تو؟"

"مجھے بھلا کیوں فرق پڑنے لگا۔" اس نے نگاہیں چرائیں۔

"وہ ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے۔ ایک بار چلی گئی تو واپس نہیں آئے گی۔" اب کی بار ہاناش نے اسے چونک کر دیکھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" سیف نے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ بولا۔

"تمہیں کس نے کہا؟"

"اسی نے"

"تم اس سے ملنے گئے تھے؟"

"ہاں"

"تمہیں نہیں جانا چاہئے تھا۔"

"تمہیں میری بات کا مطلب سمجھ نہیں آ رہا یا تم سمجھنا ہی نہیں چاہتے؟ ابھی کچھ دن پہلے تک تو تم اس کے لیے پاگل ہوئے جا رہے تھے تو اب کیا ہوا؟" سیف جھنجھلا کر بولا۔

اس نے آنکھوں سے گلا مزاتا کر ٹیبل پر رکھے۔ پھر اٹھ کر سیف کے مقابل آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"مجھے تمہاری بات کا مطلب پتا ہے۔ لیکن تم ابھی محبت کے مطلب سے ناواقف ہو۔ ہماری آج کل کی نسل نے محبت کے معنی ہی بدل دیے ہیں۔ جو چیز محبت کہلائے جانے

کے لائق نہ ہو، وہ اسے عشق کا نام دینے لگ جاتے ہیں۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں ناکہ محبوب کا چہرے دیکھے بغیر سکون نہیں ملتا۔ غلط کہتے ہیں۔ محبوب کا چہرہ تو ہر وقت نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ اور تمہیں پتا ہے لا حاصل کا بھی اپنا ہی ایک مزہ ہوتا ہے۔ جس سے پا لینے والے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ہاں جس چیز سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس کے چکروں میں خود کو مت الجھاؤ سیف۔ اپنی زندگی کو پر سکون ہو کر جیو۔ "وہ اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا۔"

سیف نے گہرا سانس لے کر ریک میں رکھی ڈائریوں کو دیکھا۔ پھر خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

\*\*\*\*\*

www.urdu novels mania.com

انٹرپورٹ پر لوگوں کے مسکراتے اور عمگین چہروں کو دیکھتے ہوئے اسے پتا نہیں کہیں عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اپنی کوئی بہت قیمتی چیز چھوڑ کر جا رہی ہو۔ چونک کر وہ اس بچے کو دیکھنے لگی جو اس کے پاس کھڑا اس کا ہاتھ ہلا رہا تھا۔

"جی بیٹا"

"میری بال" بچے نے اپنی بال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معصومیت سے کہا۔ اس کی بال حرم کی کرسی کے نیچے پڑی تھی اور وہ اسے حرم کی ٹانگوں کی وجہ سے اٹھا نہیں پا رہا تھا۔

حرم نے جھک کر اسے بال اٹھا کر دی۔ پھر ہاتھ سے اس کے بال بکھیرے۔ بچہ کھلکھلایا۔ بچے کی سر مئی آنکھوں کو دیکھ کر حرم کو دو آنکھیں یاد آئیں۔ اس نے سر جھٹکا۔ یہ سر مئی آنکھیں اس کو پاگل کر کے ہی چھوڑیں گی۔

"مما مجھے جوس پینا ہے۔" علین بولی۔

"کیا؟ ہاں آؤ چلو میں لے کر دیتی ہوں۔" وہ غائب دماغی سے کہتی اس کا ہاتھ پکڑ کر کینٹین کی طرف چل پڑی۔ جیسے ہی وہ جوس لے کر مڑی، ایک لڑکا زور سے اس سے ٹکرایا۔

"اوہ سوسوری میم۔ میں جلدی میں تھا۔" لڑکا شرمندگی سے بولا۔ حرم کی نظر اس کے ایش گرے رنگ کے کوٹ پر گئی۔ ایک دم آنکھوں کے سامنے ریسٹورینٹ کا منظر آیا۔ ان دونوں کا ایک جیسا رنگ پہننا۔ اس کے نوٹس کرنے پر ہاناش کا مسکراہٹ چھپانا۔

"میم میں جاؤں؟" وہ چونک کر حالیہ منظر میں واپس آئی۔ سر ہلایا۔ پھر علین کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑی۔

"خواتین و حضرات لندن اور واشنگٹن جانے والی پروازوں کو تکنیکی خرابی کی وجہ سے فلحال کینسل کیا جا رہا ہے۔ پروازیں کل رات دس بجے اپنی منزل کی جانب روانہ ہوں گی۔" دو تین دفعہ اردو اور انگریز میں اناؤنسمنٹ ہوئی۔ سب پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کچھ لوگ انتظامیہ پر بھڑک اٹھے تو کچھ اپنا سامان سنبھال کر ایئر پورٹ سے باہر جانے لگے۔

اس نے تشویش سے لوگوں کو دیکھا۔ پھر چند لمحوں بعد علین کا ہاتھ پکڑ کر خود بھی باہر آ گئی۔ ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی۔ وہ علین کو لے کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی کہ وہ اپنی گاڑی میں ایئر پورٹ نہیں آئی تھی۔

"میڈم کہاں جانا ہے؟" ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کر کے پوچھا۔

"ایک بار میری بات پر غور ضرور کرنا۔" اسے سیفین کی بات یاد آئی۔ اس نے علین کو دیکھا۔ علین بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"سی وی یو پر لے چلیں۔" وہ فیصلہ جسے وہ آٹھ سال پہلے نہیں کر پائی تھی۔ وہ فیصلہ جو پچھلے کچھ دنوں سے اس کا سکون غارت کیے ہوئے تھا۔ اب وہ ایک لمحے میں ہو گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیسے مگر یہ الفاظ اس کے منہ سے ادا ہو گئے تھے۔ اس نے گہرا سانس لے کر سیٹ سے سرٹکا دیا اور شیشے سے باہر بھاگتے مناظر کو دیکھنے لگی۔

www.urdu novelsmania.com

\*\*\*\*\*

سکوتِ لہجہ، اُدھوری آنکھیں، جمودِ سوچیں تیرا تصور  
الفاظِ بکھرے، مزاجِ مدھم، ناراضِ موجیں تیرا تصور

عذابِ لمحے، خراجِ آہیں، براتِ خوشیاں، جہاتِ برہم  
تمنا رخصت، دفنِ اُمیدیں، بے رنگ سوچیں تیرا تصور

جوانِ رنجش و دردِ تازہ، ادھارِ سانسیں، جھلستا آنگن  
ویرانِ دامن، اُجاڑ پہلو، وہ تیری کھوجیں تیرا تصور

سوالِ عادت، جوابِ حکمت، علاجِ درشن، مریضِ عجلت  
جمالِ مقصود، حسنِ مفقود، نگاہیں پوچھیں تیرا تصور

انجانِ راہیں، فریبِ بانہیں، نقابِ چہرے، سرِ دنگاہیں  
ہمدردِ بارش، ہمدلی خواہش، پلٹ کے لوٹے تیرا تصور

اصنامِ پتھر، قلوبِ پتھر، اناہیں پتھر، انسانِ پتھر  
سکونِ دلبر، نرمِ کلامی، گداز سوچیں تیرا تصور



زوالِ دُوری، کمالِ جینا، مُحالِ سہنا، وِبالِ کہنا  
وہ تلخ لمحے، زہرِ لہو میں تریاق چاہیں تیرا تصور...

وہ اس وقت ساحلِ سمندر پر موجود تھا۔ ساحل کی بھر بھری ریت پر چلتے ہوئے وہ کچھ بھی محسوس نہیں کر پارہا تھا۔ ہر احساس جیسے جامد ہو گیا تھا۔ سمندر کی لہروں کا بلند شور بھی اس کے اندر چھانے سکوت کو ختم کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا تھا۔ ڈھلتے سورج کی الوداعی پریاں سمندر کی لہروں پر رقص کرتیں گرد و نواح پر فسوں طاری کیے ہوئے تھیں۔ اگر وہ اپنے حواس میں ہوتا تو شاید ہی قدرت کے اس سحر سے خود کو نکال پاتا لیکن وہ اس وقت اپنی ہی ذات کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"وہ جا رہی ہے۔" کانوں میں سیفین کی آواز گونجی۔ روح پر چھانے جمود میں درار پڑی۔

"وہ ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے۔ ایک بار چلی گئی تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی۔" کچھ چٹختے کی آواز آئی۔

پھر پاؤں کو چھوتے سمندر کے پانی میں کسی کا چہرہ نظر آیا۔ اس نے اپنی سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش کی۔

"تمہیں واقعی کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر وہ چلی گئی تو؟" اس کا سانس تھمنے لگا۔ ایسے لگا جیسے سمندر کی لہریں اسے اپنے ساتھ بہا کر لے جا رہی ہیں۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پیر مارنے چاہے۔

"ہاں مجھے فرق پڑتا ہے۔" اندر کہیں کوئی بے بسی سے چلایا۔

"مجھے اپنے ارد گرد اس کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ کہیں نہ کہیں موہوم سی امید رہتی ہے کہ شاید اسے رحم آجائے۔ وہ بھلے نہ ملے لیکن نظروں کے سامنے تو رہے۔ لیکن اب مجھ سے یہ احساس بھی چھن جانے گا اور میں ہمیشہ کی طرح کچھ نہیں کر پاؤں گا۔" بالآخر اس نے اعتراف کر ہی لیا تھا۔

ایک اونچی لہر باقی لہروں کو اپنے ساتھ کھینچتی ہوئی کنارے تک آئی اور پھر خالی ہاتھ لوٹ گئی۔ اسے اپنے اندر سکون پھیلتا محسوس ہوا۔ گہرا سانس لے کر جوتوں کو ہاتھ میں اٹھا کر کچھ فاصلے پر رکھے پیچ کی طرف بڑھ گیا۔ پیچ پر بیٹھ کر جوتے نیچے رکھے۔ جیسے ہی وہ جوتے پہن کر سیدھا ہونے لگا، اسے اپنے پیچھے ایک آواز سنائی دی۔

\*\*\*\*\*

"کیا وہ واقعی جا رہی ہے؟" ولیجہ نے تشویش سے پوچھا۔ سیفین پریشان سے زیادہ غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔ اب بھی بھڑک کر بولا۔

"کر لو اس بات کا یقین کہ وہ جا رہی ہے۔ ایک تو مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آرہی کہ پچھلے آٹھ سال سے وہ اسی ملک کا اناج کم کر رہی ہے۔ اب پتا نہیں کونسا دورہ پڑ گیا ہے جو منہ اٹھا کر چل پڑی۔"

"یہ شوشہ بھی آپ ہی نے اس کے آگے چھوڑا تھا۔" ولیجہ خستہ لہجے میں بولی۔

"ہاں تو کیا ان موصوف کے انتظار میں رہتا جو گونگے کا گرٹ کھا کر بیٹھے ہیں۔ گل کھلا دیا ہے لیکن چاہے کچھ بھی ہو جائے اس کے سامنے اعتراف نہیں کرنا۔" اس کو رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا ان دونوں بیوقوفوں پر۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہانا ش بھائی اتنے اچھے ہیں۔ حرم بھی کبھی نہ کبھی تو مان ہی جائے گی کہ وہ اس کے لیے بہترین ہیں۔"

"آمین" دعا بھی سیف نے طنزیہ لہجے میں کی تھی۔ عادت سے مجبور بندہ۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

مجھے تم سے محبت ہے  
نہ میں الفاظ کا ماہر  
نہ میں اظہار کا ماہر  
نہ مجھ میں فکر افلاطون

نہ مجھ میں فلسفہ کوئی  
بہت چھوٹی سی حسرت ہے  
بہت پاکیزہ چاہت ہے  
پھولوں پر چل کر

تمہارے روبرو آکر  
میری جاں با وضو آکر  
گواہ کر کے ستاروں کو  
گگن کے سب کناروں کو  
فقط اتنا سا کہنا ہے  
مجھے تم سے محبت ہے

"تمہیں نہیں لگتا کہ بزدلوں کو محبت نہیں کرنی چاہیے؟" اچانک اس کے پیچھے سے آواز  
ابھری۔

www.urdu novels mania.com

یہ آواز۔ اس آواز کو تو وہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ دل تو جیسے  
دھڑکنا ہی بھول گیا۔

آہستہ سے گردن موڑ کر دیکھا۔ اس نے سنا تھا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے والے پتھر کے ہو جایا کرتے ہیں اور وہ واقعی پتھر کا ہو گیا تھا۔ وہ مجسم حقیقت بنی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ سیاہ ٹراؤزر شرٹ پر سرخ رنگا کا اوور کوٹ پہنے، پیروں کو سیاہ ہیلز میں مقید کیے، سینے پر بازو باندھے وہ مسکرا کر اسی کو دیکھ رہی تھی۔ ڈھلتے سورج کی الوداعی کرنیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں جس سے اس کی گندمی رنگت چمک رہی تھی۔ سیاہ بال جو کچھ میں بندھے تھے۔ ان میں سے چند آوارہ لٹیں نکل کر ہوا کے دوش پر محور قص تھیں۔

وہ بیچ سے اٹھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

"سہی کہا تم نے۔ محبت بزدلوں کا کھیل نہیں ہے۔ لیکن" درمیان کا فاصلہ طے کرتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"لیکن ہمارے درمیان محبت ہے ہی کہاں؟ میں محبت سے آگے کا سفر طے کر چکا ہوں۔ اور تم۔ تم نے پہلے نفرت کی تھی پھر ہمدردی"

حرم نے آنبر واپکا کر اس کو دیکھا۔ پھر چہرے پر آئی لٹ کوکان کے پیچھے اڑسا۔

"جملہ مکمل کرو ہا ناش شاہ۔ پہلے نفرت، پھر ہمدردی اور اب پسند" سر مئی آنکھیں بھوری آنکھوں سے ملیں۔ سمندر کی لہروں میں ایک دم شور برپا ہوا۔

"اور اس کے بعد کیا ہوگا؟" ہا ناش نے بمشکل دل کو سنبھال کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس بس۔ زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فلحال اتنے پر ہی صبر کرو۔" حرم نے ہاتھ اوپر اٹھا کر مصنوعی رعب و خفگی سے کہا۔

"مطلب بعد میں اس سے زیادہ کا چانس ہو سکتا ہے؟" سر مئی آنکھوں میں شرارت چمکی۔

"شاید"

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ہنس پڑے اور ان کے ساتھ ڈھلتے سورج کی کرنیں، ہوا کے جھونکے اور سمندر کی سبھی لہریں سبھی مسکرا دیے۔

\*\*\*\*\*

"السلام علیکم سر! کیسے ہیں آپ؟ وہ سر میں نے آپ کو یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ میں جاب سے استعفیٰ نہیں دے رہی۔ آپ نے ابھی ہیڈ آفس میں ایپلیکیشن تو نہیں بھیجی نا؟ اوہ اچھا چلیں آپ اس کو کسی طرح کینسل کروادیں۔ جی جی میں نہیں جا رہی۔ اب یہیں رہونگی۔ اچھا ٹھیک ہے میں آپ کو تھوڑی دیر تک لیٹر بھیجتی ہوں۔ باس سے بھی آپ بات کر لیجیے گا پلیز۔ بہت شکریہ۔ خدا حافظ۔" وہ کمرے سے ملحقہ گیلری میں کھڑی سنجیدگی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ چند لمحوں بعد کال کاٹ کر وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ان کو انیر پورٹ سے واپس آئے تقریباً دو گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔ حرم واپس آتے ہی کام میں مصروف ہو گئی تھی کیونکہ وہ اسی ارادے کے ساتھ لندن جا رہی تھی کہ



اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گی۔ تو اسی حساب سے اس نے یہاں کے تمام کام تقریباً ختم کر دیے تھے۔ لیکن اب جب وہ واپس آگئی تھی اور اسے یہیں رہنا تھا تو اسے پھر سے سب کے ساتھ تعلقات بحال کرنے پڑے تھے۔ اجاب کی کالز کا تانا بندا ہوا تھا کہ واپسی کی کیا وجہ تھی۔ جواب دینا اس کی مجبوری تھی کہ اس کو ان لوگوں کی کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

"مما ہم کب جائیں گے زاہرہ آئی کے گھر؟" وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، علین نے فوراً سوال داغ دیا۔

علین بیڈ پر بیٹھی تھی۔ فنگر چسپ سے بھری ایک پلیٹ اس کے سامنے رکھی تھی جبکہ نوری بیڈ پر پڑے چیزوں کے ڈھیر کو واپس الماری میں رکھ رہی تھی۔ وہ دونوں ہی حرم کے جواب کے منتظر تھے۔

"فلحال کچھ عرصے تک نہیں جائیں گے۔" وہ کہتی ہوئی ہاتھ روم کی طرف بڑھنے لگی کہ نوری بول اٹھی۔

"دیکھا بی بی جی اللہ نے میری دعا سن لی۔ مجھے آپ لوگوں کے ساتھ رہنے کی عادت ہو گئی تھی۔ آپ لوگوں سے بچھڑنے کا سوچ کر ہی میرے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔ اس لیے اللہ نے آپ کو یہیں روک دیا۔"

"ہم سے بچھڑنے کا دکھ تھا یا ان آسائشوں سے بچھڑنے کا؟" حرم مسکراہٹ دبا کر بولی۔  
گزرے چھ سالوں میں وہ نوری کی رگ رگ سے واقف ہو چکی تھی۔

"آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں حرم بی بی؟" اور جی نوری کے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔ حرم بی بی آپ نے نوری کے خلوص پر شک کر کے اچھا نہیں کیا۔ حرم تاسف سے سر ہلاتی باتھ روم میں گھس گئی۔

جب حرم واپس آئی تو بیڈ پر پھیلا سا مان کچھ حد تک ہی الماری میں شفٹ ہوا تھا۔ باقی سب کچھ ویسا کا ویسا ہی پڑا تھا۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ نوری اس کے کپڑے خود کو لگا لگا کر علیین سے رائے مانگ رہی تھی کہ کونسا سوٹ اس پر زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔

اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے ایک چھوٹے سے بیگ سے لیپ ٹاپ نکالا اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ لیپ ٹاپ آن کیا اور اس پر تیزی سے ٹائپ کرنے لگی۔

"بی بی جی جو کپڑے آپ نے جانے کے لئے لیے تھے، کیا میں ان میں سے دو تین سوٹ لے لوں؟ اب تو آپ ویسے بھی نہیں جا رہیں۔" کچھ دیر بعد نوری کی بجاہت بھری آواز ابھری۔

"اور جیسے میرے منع کرنے پر تم مان بھی جاؤ گی نا۔ لے لو لیکن وہ انگوری رنگ کا اور بنفشی رنگ والے سوٹ سے دور رہنا۔" اس کی بات پر نوری کھل اٹھی تھی، لیکن اگلی بات پر اس کا سارا منہ لٹک گیا۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی وہ اپنی جون میں واپس آتی علین سے مشورہ مانگ رہی تھی کہ اس کو کونسا سوٹ لینا چاہئے۔ حرم نے ایک نظر ان کو دیکھا پھر کام میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

ریسٹورینٹ کی پرسکون فضا میں کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ایک دوسرے کے ساتھ خوش لکھیوں میں مصروف لوگوں نے چند لمحوں کے لیے زندگی کی کٹھنائیوں سے بے نیاز ہو کر کچھ پل راحت کے نام کر دیے تھے۔

وہ چاروں بھی ریسٹورینٹ کے قدرے کونے والی میز کے گرد بیٹھے باتوں میں مشغول تھے۔ ہاناش کے دائیں طرف سیف بیٹھا ہوا تھا جبکہ حرم اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

"تم دونوں کب کرو گے شادی؟" سیف سلس کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

www.urdu novels mania.com

حرم جو کانٹے اور پھری کی مدد سے سٹیک کے ٹکڑے کر رہی تھی، مصروف سے انداز میں بولی۔

"تمہیں اتنی جلدی کیوں ہو رہی ہے؟"

"میرا بیٹا اکیلا کھیلنے کھیلنے بور ہو گیا ہے۔ اس کو پارٹنر چاہئے جو اس کا ساتھ دے کھیل میں۔" سیف کی آنکھوں سے شرارت چھلکی۔ ہاناش اور ولیجہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹیں ضبط کیں۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟ میری بیٹی کوئی انٹرٹینمنٹ کی چیز ہے جس سے تمہارا بیٹا اپنی بوریت ختم کرے گا؟" حرم کے تو سر پر لگی، تلووں پر بجھی۔

"ہاں تو اس میں کیا ہے۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے انٹرکشن تو ہو ہی جاتی ہے بھئی۔" وہ چڑھ رہی تھی اور سیف کو اپنے تمام پرانے حساب کتاب چکانے کا موقع مل گیا تھا۔

"تمہارا بیٹا بھی تمہاری ہی طرح ہوگا۔ بدتمیز" حرم اس کو کینہ تو ز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"ہاناش دیکھ لو۔ تمہارے ہی سامنے تمہارے ہی بھائی کو بدتمیز بول رہی ہے یہ پراسیکیوٹر۔" سیف نے بھرپور اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈرامے کا آغاز کیا۔

"ہاں تو سہی تو کہہ رہی ہے۔" ہاناش کے مسکراہٹ دبا کر کہنے پر جہاں سیف کا صدمے سے منہ کھلاتا تھا، وہیں حرم نے بھی گردن اکڑا کر اس کو فاتحانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"لوگ شادی کے بعد زن مرید بنتے ہیں۔ یہ جناب پہلے ہی اس عہدے پر فائز ہو گئے ہیں۔ اللہ اللہ کیا زمانہ آگیا ہے۔ قیامت کی نشانیاں ہیں قیامت کی۔" سیف نے ہاناش کو شرمندہ کرنے کی کوشش کی۔

"بکواس کیے بغیر تو تمہارا گزارا ہی نہیں ہوتا۔" ہاناش کی خشمگین نظروں پر اس نے سر جھٹکا۔

www.urdu novels mania.com

"ہاں ہاں اب تو میری باتیں بکواس ہی لگیں گی تمہیں۔ مستقبل کی بیوی جو مل گئی ہے۔ آہ بھائی بھائی نہ رہا۔" اس نے مصنوعی آنسو صاف کرتے ہوئے دہائی دی۔

"تم پیدائشی جو کر ہو یا ایسے بوگس جو کس مارنے کے لیے کوئی تھرڈ کلاس ڈگری لی ہے؟" حرم کے سنجیدگی سے کہنے پر ولیجہ اور ہاناش کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تم تو ایسا ہی کہو گی کیونکہ تمہارا دفاع کرنے کے لیے میرا بھائی جو موجود ہے۔ اور ایک میری بیوی ہے، اللہ میاں کی گائے۔ کچھ بھی کہہ لو۔ اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔" حرم کو سناتے ہوئے اس نے لگے ہاتھوں ولیجہ کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔

"میں نے آپ کو کیا کہا ہے؟" ولیجہ فوراً تنک کر بولی۔

"مسئلہ ہی تو یہی ہے کہ تم کچھ نہیں کہتی۔" اس نے سر دآہ بھری۔

www.urdu novels mania.com

ولیجہ نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں دھمکی دی۔ وہ مسکراہٹ دبا کر اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔ اور اسی طرح ہلکی پھلکی نوک جھونک کے درمیان ایک اچھا وقت گزار کر وہ سب اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ گئے تھے۔

\*\*\*\*\*

گاڑی کے شیشوں سے سڑک پر مخالف سمت میں بھاگتے مناظر اوجھل ہوتے جا رہے تھے۔ بے خیالی میں شیشے کے پار دیکھتا وہ چونکا تھا۔ سڑک کی دوسری جانب ایک بارہ تیرہ سال کا لڑکا ہاتھ میں پھولوں کے چند چھوٹے چھوٹے گلہ سستے پکڑے ایک گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ لڑکا مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ شاید اس گاڑی میں بیٹھا شخص اس سے گلہ سستہ کم قیمت میں خریدنا چاہتا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ اپنے سیکرٹری سے مخاطب ہوا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کیا ہوا سر؟" اسد نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک کر پوچھا۔

www.urdu novels mania.com

"اس بچے کو یہاں بلاؤ۔" اس نے سڑک پار کھڑے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔

"جی سر" اسد گاڑی سے اترا۔ اس کو سڑک پار کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کیونکہ لڑکا اس کو دیکھ چکا تھا اور اب اس کے اشارہ کرنے پر وہ خود ہی اس طرف آ رہا تھا۔



"السلام علیکم! صاحب کیا آپ کوئی گلدستہ خریدنا چاہتے ہیں؟" لڑکا ان کی گاڑی کے قریب پہنچ کر سنجیدگی سے بولا۔

"وعلیکم السلام! جی بیٹا مجھے یہ پھول چاہئیں۔" ہاناش گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"آپ سید ہاناش شاہ ہونا؟ وہی ایم این اے جس پر پچھلے دنوں قتل کا مقدمہ چل رہا تھا اور آپ بری ہو گئے تھے؟" لڑکا اس کو پہچان کر پر جوش لہجے میں بولا۔

"جی میں وہی ہوں۔" www.urdu novels mania.com

"مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔ آپ کی شخصیت بہت متاثر کن ہے۔ میں بھی آپ ہی کی طرح بننا چاہتا ہوں۔ ایک باکردار، صادق اور منصف انسان۔" لڑکے کا جوش اور خوشی قابلِ دید تھی۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" ہاناش نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام حافظ ہے۔"

"اچھا حافظ آپ یہ سارے گلہ سستے مجھے دے دو۔" ہاناش نے اپنے والٹ سے چند نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"سریہ بہت زیادہ ہیں۔ میں یہ نہیں لے سکتا۔ آپ یہ واپس لے لیں۔" حافظ نے بقیہ پیسے اس کی طرف بڑھا دیے۔

www.urdu novels mania.com

"حافظ آپ کو پتا ہے کہ جب اللہ ہم سے خوش ہوتا ہے تو وہ ہمیں انعام دیتا ہے۔ اور اللہ آپ سے بہت خوش ہے۔ اس لیے آپ کو میرے ذریعے انعام دینا چاہتا ہے۔" ہاناش نے متبسم لہجے میں کہا۔

"میں یہ پیسے نہیں لے سکتا۔ میرا انعام یہی ہوگا کہ آج میرے سارے پھول فروخت ہو جائیں گے۔" یہ کم عمر کا لڑکا اس کو حیران پر حیران کر رہا تھا۔

"حافظ یہ بتاؤ کہ آپ سکول جاتے ہو؟"

"نہیں سر سکول کی فیس ادا کرنے کے پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔ لیکن آپ اپنی سلائی کے پیسوں سے ہر سال مجھے کتابیں لے دیتی ہے۔ میں گھر جا کر آپ کے پاس بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ آپ جس گھر میں کام کرتی ہیں، اس کا مالک ایک سکول کا پرنسپل ہے۔ وہ ہر سال مجھے پیپرز میں بٹھا لیتا ہے۔ اب میں آٹھویں جماعت میں ہوں۔" حافظ شاید اس کی شخصیت سے کچھ زیادہ ہی مرعوب تھا، اس لیے بخوشی تفصیلی جواب دے دیا۔

www.urdu novelsmania.com

"تو آپ روزانہ سکول کیوں نہیں جاتے؟ اس پرنسپل نے آپ کو سکول میں ایڈمیشن نہیں دیا؟" ہاناش نے پوچھنے پر حافظ کا چہرہ سمجھ گیا۔

"سر اگر میں روزانہ سکول جاؤں گا تو ابھی کہا نہیں پاؤں گا۔ اور اگر نہیں کہاؤں گا تو گھر کے حالات کیسے بہتر ہونگے۔" حافظ کا افسردہ لہجہ ایک عزم بھی لیے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت کچھ پالینے کی چمک تھی۔ ہاناش تو ششدر رہ گیا تھا۔

"اچھا حافظ آپ نوکری کرنا چاہتے ہو؟" چند لمحوں بعد وہ بہت سوچ سمجھ کر بولا۔

"لیکن مجھے نوکری کون دے گا؟" حافظ کے چہرے پر نفام سے تاثرات ابھرے۔

"یہ میرا کارڈ رکھ لو۔ اگر گھر والے راضی ہو جائیں تو مجھ سے رابطہ کر لینا۔" اس نے حافظ کی طرف ایک سیاہ رنگ کا کارڈ بڑھایا جس پر سنہری رنگ سے کچھ حروف درج تھے۔

"چلو اسد" اس کے کہنے پر اسد نے گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھ دی۔

"سر آپ نے اسے نوکری کا کیوں کہا؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ چائلڈ لیبر جرم ہے۔" اسد نے کافی دیر سے دماغ میں مچلتا سوال بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"بے فکر رہو۔ میں اس سے کوئی مشقت بھرا کام نہیں کرواؤنگا۔ میں بس اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن شاید میری مدد اس کی خودداری کو ناگوار گزرتی۔ اس لیے نوکری کی پیشکش کی ہے۔ اس کو کسی بک شاپ میں میرے حوالے سے پارٹ ٹائم جاب دلوا دو۔ اس طرح وہ پڑھ بھی پائے گا۔ اور اپنی فیملی کے لیے کچھ کر بھی لے گا۔" شیشے کے پار دیکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور ہاں یہ پھول تم لے جانا۔"

"سر میں ان کا کیا کروں گا؟" اسد نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

"میرے خیال میں ایک عدد بیوی تم بھی رکھتے ہو۔" اس کے خشمگین لہجے پر اسد کھسیانہ ہو کر مسکرا دیا۔ لیکن پھر مشورہ دیتے ہوئے بولا۔

"سر آپ حرمِ میم کو دے دیجئے گا یہ پھول۔"

"پہلی بات تو یہ کہ ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی اس لیے ان فضولیات کا کوئی سین ہی نہیں ہے۔ اور شادی کے بعد بھی میں ایسے کوئی کام نہیں کرنے والا کیونکہ اسے پھولوں سے الرجی ہے۔ وہ انہیں صرف دور سے دیکھنے پر ہی اکتفا کرتی ہے" ہاناش آہ بھر کر بولا پھر دوبارہ باہر دیکھنے لگا۔ اسد نے ہنستے ہوئے سارا فوکس ڈرائیونگ پر کر لیا۔

\*\*\*\*\*

آنکھوں کے بھاری ہوتے پوٹوں کو مسلتی ہوئی وہ اٹھ کر بیٹھی لیکن جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے، بیڈ کے سامنے لگی گھڑی پر وقت دیکھ کر اس کو جھٹکا لگا۔

www.urdu novels mania.com

وہ بیڈ پر بیٹھی ایک کیس کی فائل تیار کر رہی تھی۔ علین کا آج سکول میں سپورٹس ڈے تھا اور اس کی چھٹی شام تک ہونی تھی۔ اس لیے وہ علین کی طرف سے بر فکر تھی۔ مسلسل کام کی وجہ سے تھکن سے اس کا برا حال تھا۔ اسی لیے وہ چند لمحے سستانے کے لیے لیٹ

گئی۔ پھر پتا ہی نہیں چلا کہ کب وہ نیند کی وادی میں اتری۔ اب جب اٹھی تو شام کے پانچ بج رہے تھے جبکہ علین نے چار بجے تک فارغ ہو جانا تھا۔

جلدی سے فون اٹھا کر اس کا لاک کھولا تو سامنے ہی علین کے سکول کی پرنسپل کی تین مسڈ کالز کا نوٹیفیکیشن چمک رہا تھا۔ ہاناش کی بھی مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں۔ اس نے پرنسپل کو کال بیک کی لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ بیڈ پر اپنی بکھرے ہوئے کاغذات کو سمیٹتی۔ انہیں واپس آ کر سنبھالنے کا ارادہ کرتے ہوئے وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھی۔ علین کے اکیلے ہونے کا سوچ سوچ کر ہی ہول اٹھ رہے تھے۔

چند لمحوں بعد وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دی۔ نوری اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی لیکن وہ نہ رکی۔ کارپورچ میں جا کر گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ہاناش کو کال کی کہ جانے اسے کیا کام تھا۔ دوسری کال پر اس نے فون اٹھا لیا۔

"السلام علیکم! ہاناش تم نے کالز کی ہوئی تھیں۔ خیریت ہے؟"

"تم نے کال رسیو کیوں نہیں کی؟"

"میں سوئی ہوئی تھی۔" گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور گیٹ سے باہر نکال لائی۔

"میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ علین میرے ساتھ ہے۔ میں ابراہیم کو لینے سکول گیا تھا تو وہ بھی وہیں بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ وہ پریشان ہو رہی تھی۔ تم نے کالز کا جواب نہیں دیا تو میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔" اس نے جھٹکے سے بریک پر پاؤں رکھا تھا۔ سڑک پر گاڑی کے ٹائر چرچرائے۔ گھر سے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کے بعد اس نے فون اٹھا کر کان کو لگایا۔

www.urdu novels mania.com

"اب کہاں پر ہو تم لوگ؟"

"ہم فاحال تو کے ایف سی پر ہیں۔ لیکن تم سی وی یو آ جاؤ۔ ہم وہیں جانے والے ہیں۔"



علین پہلے بھی ہاناش کے ساتھ دو تین بار گھومنے گئی تھی تو وہ اس سے مانوس ہو گئی تھی۔ یہ ہاناش کا ہی آسیدیا تھا تاکہ ان دونوں کی شادی علین پر کوئی منفی اثرات نہ مرتب کرے۔

"ٹھیک ہے میں آتی ہوں۔"

"شکریہ ہاناش" کال بند کرنے سے پہلے وہ بولی۔ دوسری جانب ہاناش حیران ہوا تھا۔

"کس لیے؟"

"میری بیٹی کا خیال رکھنے کے لیے۔"

www.urdu novelsmania.com

"تم شاید بھول رہی ہو کہ چند دنوں بعد وہ میری بھی بیٹی بن جائے گی۔ اور اپنی اولاد کا خیال رکھنا ماں اور باپ دونوں پر فرض ہوتا ہے۔" وہ خفا خفا سے لہجے میں بولا تو وہ آسودگی سے مسکرا دی۔ پھر کال کاٹ کر فون ڈیش بورڈ پر رکھا اور گاڑی سٹارٹ کر کے سی وی یو کے راستے پر ڈال دی۔

\*\*\*\*\*

"سب کچھ چھوڑو۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس کے ساتھ شادی کے کیے مان کیسے گئی؟" حرم کی دوست آمنہ کو دو مہینے ملک سے باہر گزارنے پڑے تھے اور جب وہ واپس آئی تو حالات یکسر بدل چکے تھے۔ سب سے بڑا جھٹکا تو اسے حرم کی شادی کا سن کر لگا تھا۔ کیونکہ جب حرم کے شوہر کی وفات ہوئی تھی تو اس نے حرم کو علین کے لیے ہی سہی، دوسری شادی کا مشورہ دیا تھا۔ اور تب حرم نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا تھا کہ علین کو سنبھالنے کے لیے وہ اکیلی ہی کافی ہے۔ اور اب یوں اچانک شادی کا فیصلہ کر لیا۔ اور شادی بھی اس شخص سے، جس کی وہ کچھ عرصہ پہلے تک جانی دشمن بنی ہوئی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"پتا نہیں" حرم کا لاپرواہ سا انداز اسے آگ ہی تو لگا گیا تھا۔

"حرم" اس نے تنبیہی لہجے میں کہا تو کب سے مسکراہٹ دباتی حرم اب کھل کر مسکرا دی۔

"یار اس نے مجھے پریوزل بھیجا اور میں نے قبول کر لیا۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تم پتا نہیں کیا کچھ الٹا سیدھا سوچ رہی ہو۔"

"پتا نہیں کیوں لیکن تمہاری یہ کہانی کچھ ہضم نہیں ہوئی مجھے۔"

حرم جو کافی پی رہی تھی، ایک دم سے کافی جا کر اس کے گلے میں لگی۔ کھانسی ہوئی بمشکل بولی۔

"اس میں ہضم نہ ہونے والی کیا بات ہے؟ یقیناً تمہارا ہاضمہ خراب ہے۔ کسی پہنچے ہوئے عالم بابا سے پھکی لے لینا۔ شاید تمہارا ہاضمہ ٹھیک ہو جائے۔"

"اس نے تمہیں پریوزل بھیجا اور تم نے قبول کر لیا۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ امپا سبل۔ تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔" اس کے اندر کا وکیل انگریزی لے کر بیدار ہو چکا تھا اور اب مکمل تفتیش کے موڈ میں تھا۔

"جو پہلے ہی بیوقوف ہو، میں اسے کیسے بیوقوف بنانے کی کوشش کر سکتی ہوں۔" حرم بڑبڑائی۔ لیکن اس کی بڑبڑاہٹ سے آمنہ کی تیز سماعت مستفید ہو چکی تھی۔

"تم مجھے بیوقوف کہہ رہی ہو؟" اس نے شاکی لہجے میں تصدیق کی۔

"اچھا یا سوری۔ کافی پیو۔ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔" حرم نے صلح جو انداز میں کہتے ہوئے بات ختم کرنی چاہی۔

"تم نہیں بتانا چاہتی تو نہ بتاؤ۔ میں مزید فورس نہیں کرونگی۔ ہاں لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہانا شہر قدم پر تمہارا ساتھ دے گا۔ اور بے شک تم نے علین کو کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی لیکن اس کو کبھی نہ کبھی ایک باپ کی ضرورت پڑے گی اور تب ہانا شہر کی صورت میں یقیناً ایک بہترین شخص کا حوالہ اس کے ساتھ موجود ہوگا۔ میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں۔" آمنہ پر خلوص لہجے میں بولی۔ بلاشبہ وہ ایک بہترین دوست تھی۔ حرم آسودگی سے مسکرا دی۔

\*\*\*\*\*

علین لان میں سائیکل چلا رہی تھی۔ نوری احتیاط کے طور پر اس کے ساتھ ساتھ ہی تھی کہ کہیں وہ خود کو چوٹ نہ لگوالے۔ نوری ایک منٹ کے لیے سانس لینے رکی اور علین سائیکل بھگا کر ہنستی ہوئی دوسری طرف لے گئی۔ نوری اس کو دیکھ کر روہانسی ہو گئی کہ اب سے مزید نہیں چلا جا رہا تھا۔

لاؤنج کی کھڑکی سے اسے دیکھتی حرم کچھ سوچ بھی رہی تھی۔

"بے شک تم نے علین کو کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی لیکن اس کو کبھی نہ کبھی ایک باپ کی ضرورت پڑے گی اور تب ہاناش کی صورت میں یقیناً ایک بہترین شخص کا حوالہ اس کے ساتھ موجود ہوگا۔" آمنہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"کیا واقعی یہ علین کے حق میں ایک بہتر فیصلہ ہے؟ کیا ہاناش اس کے لیے ایک بہترین باپ ثابت ہو سکے گا؟" یہ اس کی اپنی اندرونی آواز تھی۔ وہ شاید خود سے ہمکلام تھی۔

اس کو وہ سکول کا واقعہ یاد آیا۔ ہاناش نے علین کا بہت خیال رکھا تھا حالانکہ علین اس وقت اس کی ذمہ داری نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی علین دو تین دفعہ ہاناش کے ساتھ گھومنے گئی تھی اور ہر بار خوش باش گھر لوٹی تھی۔

"یا اللہ مجھے میرے فیصلوں میں درست راہ اختیار کرنے کی توفیق دے۔ میری بچی کو اپنی امان میں رکھنا۔ میں نہیں جانتی کہ میں صحیح کر رہی ہوں یا غلط لیکن تو تو جانتا ہے نا۔ میری راہنمائی کر۔ ہمیں ہمیشہ اپنے رحمت کے سائے میں رکھنا۔" اس نے گہرا سانس لے کر سر اوپر اٹھایا۔ دل میں دعا کرتے ہوئے وہ باہر کی طرف چل پڑی جہاں علین نوری پر ترس کھانے کو تیار نہ تھی اور اس کو بھگائے جا رہی تھی۔

www.urdu novelsmania.com

\*\*\*\*\*

یہ ایک بہت بڑا گارڈن تھا جس کے تمام پودوں پر تراش خراش کر کے مختلف ڈیزائن بنائے ہوئے تھے۔ گارڈن کو مینی لائنس اور خوبصورت ڈیکوریشن پیسز کی مدد سے سجایا گیا

تھا۔ گارڈن کے دائیں جانب کئی فٹ گہرا مستطیل شکل کا سوئمنگ پول تھا جس کے چاروں اطراف میں سنگ مرمر کی ٹائلز لگی ہوئی تھیں۔ پول میں سفید کنول کے پھول اور لالٹین تیر رہی تھیں۔ گارڈن کے اختتام پر برآمدہ تھا جس کے ایک طرف باہر جانے کے لیے دروازہ تھا جبکہ دوسری طرف ایک سیاہ پیا نور کھا تھا۔ یہاں کوئی تقریب معلوم ہوتی تھی۔

گارڈن اور برآمدے میں لوگوں کی چہل پھل تھی۔ ہر طرف خوش گپیوں کی آوازیں اور جلتزنگ قمقمے گونج رہے تھے۔ اور انہی سب کے درمیان وہ دونوں بھی تھے۔ حرم گہرے سبز رنگ کی میکسی پہنے ہوئے تھی جس پر سرخ اور ہلکے بھورے رنگ کے نگوں کا کام ہوا تھا۔ دوپٹہ روایتی انداز میں کندھوں پر پھیلا کر ڈالا ہوا تھا جس کا ایک پلو سر پر ٹکا تھا۔ لائٹ میک اپ میں وہ بہت پرکشش اور خوبصورت لگ رہی تھی۔ جبکہ ہاناش ہلکے بھورے رنگ کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا جس کی پاکٹ میں گہرے سبز رنگ کا رومال لگا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل لگ رہے تھے۔

ولجہ کی کسی بات پر حرم کی جلت رنگ ہنسی کسی ساز کی طرح بجھر گئی۔ ہاناش نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ اس کے مسلسل ٹٹکلی باندھ کر دیکھنے پر حرم نے آنکھوں سے کیا ہوا پوچھا۔ اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔ اسی وقت سیفن وہاں چلا آیا۔

"اور بھی کیسا لگ رہا ہے مجاہدوں کی صف میں شامل ہو کر؟" سیف شرارتی لہجے میں بولا۔ ہاناش نے اسے گھوری سے نوازا۔

"سیف سدھر جاؤ۔"



"نہ بتاؤ۔ مجھے پتا ہے کہ ابھی تو تم بہت خوش ہو۔ تمہارا چہرہ تمہاری اندرونی حالت کی بخوبی ترجمانی کر رہا ہے۔" [www.urdu novels mania.com](http://www.urdu novels mania.com)

"ابھی سے کیا مطلب؟" حرم نے تندہی سے پوچھا۔



"بعد میں تو اس نے بھی رونا ہی ہے جیسے باقی سب روتے ہیں۔" سیف نے لہجے میں ہمدردی سموتی۔

"ولیم سن رہی ہو تمہارے شوہر نامراد اوہ میرا مطلب نامدار روتے ہیں شادی کے بعد۔" حرم نے فوراً ولیم کو بھڑکایا۔

"اپنی شادی کے دن تو اپنی زبان کو آرام دے لو۔ لڑائی کرنی اور لڑائی کروانی۔ اس کے علاوہ تم وکیلوں کو کچھ آتا بھی ہے؟" سیف جل کر بولا۔

حرم اس کو جواب دینے لگی کہ ہاناش نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔ حرم نے اس کو دیکھا۔ ہاناش نے نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ حرم منہ بسور کر رہ گئی۔ سیف نے سر جھکا کر اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"ولیم علین کہاں ہے؟"

"علین کو کمرے میں سلا کر آئی ہوں۔ کہہ رہی تھی کہ سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"ہاں اسے زیادہ گید رنگ اور ہنگاموں کی عادت نہیں ہے۔"

"ہاں فمکشن کب ختم ہوگا؟ میں بھی تھک گئی ہوں۔" حرم نے ہاناش سے پوچھا۔

"یہ معجزہ بھی ہونا تھا۔ واہ اوپر والے تیری قدرت۔" سیفین منہ اوپر کر کے تھیر اور عاجزی سے بولا۔ ہاناش نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ پھر حرم کو جواب دیا۔

"بس تھوڑی دیر تک ہو جائے گا۔" اس نے سر ہلادیا۔

www.urduNovelsMania.com

:- \_\_\_\_\_ :-

کھڑکی کے شیشوں سے چھن کر آتی سنہری کرنوں نے کمرے میں پرفسوں سا ماحول قائم کیا ہوا تھا۔ سفید اور سنہری امتزاج سے سجے کمرے میں ایک خوشگوار سی خاموشی کا راج تھا۔

حرم نے کروٹ بدل کر بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے اسے دیکھا جو موبائل میں مصروف نظر آ رہا تھا۔

"السلام علیکم! ہانا ش اس کو خود کی طرف دیکھتا پا کر مسکرایا۔

"وعلیکم السلام! آپ کب اٹھے؟" حرم نے اٹھ کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"آپ؟ اتنی عزت؟" ہانا ش نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

"اب جبکہ آپ جناب ہمارے شوہرِ نامدار کے عہدے پر فائز ہو چکے ہیں تو آپ کو عزت دینا میرا فرض ہے۔ ویسے مجبوری بھی کہہ سکتے ہیں۔" حرم نے مسکراہٹ دبا کر جواب دیا۔ آنکھوں میں شرارت صاف ہلکورے کھا رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا دروازے پر مدھم سی دستک شروع ہو گئی۔

"آجائیں"

"السلام علیکم مہمانانِ منزل" چار سالہ علین کمرے میں داخل ہوئی۔

"بیٹا مجھے منزل نہیں بابا کہا کرو۔" علین کو اپن گود میں بٹھا کر ہاناش نے نرمی سے کہا۔

"لیکن آپ تو میرے بابا نہیں ہیں۔ ممانے کہا تھا کہ میرے بابا دوسرے ہیں" علین نے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کی ممانے آپ کو ایسا اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کی ماما مجھ سے ناراض تھیں۔ لیکن اب چونکہ میری اور آپ کی ماما کی پھر سے دوستی ہو چکی ہے تو اب میری پرنس مجھے بابا کہا

کرے گی۔ ٹھیک ہے؟ "حرم کی گھوریوں کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پیار سے عیلم کو سمجھایا۔

"جی ٹھیک ہے۔ لیکن میں پرنس نہیں کوئیں ہوں۔ سٹرانگ اینڈ بریو بالکل ایلسہ (elsa) کی طرح۔ "علین نے سنجیدگی سے کہا۔ ہاناش کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔

"بالکل میری بیٹی بہت سٹرانگ ہے۔ لیکن ایلسہ کی تو ماں نہیں تھی اس لیے وہ کوئیں تھی۔ مگر آپ کی تو ماں ہے نا۔ اس لیے ما کوئیں اور آپ پرنس ہوئی۔"

ان دونوں کو نرم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے حرم کو خود پر افسوس ہوا تھا کہ اس نے اتنے پیارے شخص کا دل دکھایا تھا۔

علین سے باتیں کرتے ہوئے ہاناش نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اشارتاً پوچھا۔

حرم نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر ہاناش نے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا۔

کھڑکی سے آتی سنہری کرنوں نے رشک سے اس منظر کو دیکھا تھا۔

\*\*\*\*\*

دن بھر شدید جس کے بعد موسم اب قدرے بہتر تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ سبھی لان میں موجود تھے۔ ورنہ دن میں باہر نکلنا اپنی شامت کو خود دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ہوا نے بھی ترس کھا ہی لیا تھا لیکن ماحول میں گرمی ابھی مقفود نہیں ہوئی تھی۔

www.urduNovelsmania.com

ہاتھ میں ٹھنڈے مشروب کا گلاس تھامے وہ گیلیے گھاس پر ننگے پاؤں چل رہی تھی جس پر مالی نے کچھ دیر پہلے ہی پانی کا پھڑکاؤ کیا تھا تاکہ لاوا لگتی زمین کچھ پر سکون ہو سکے۔ تبھی ولیجہ اس کے ہمقدم ہوئی تھی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" ولیجہ نے استفسار کیا۔

"ہاں شادی کے ہنگاموں میں تھوڑی سی تھکاوٹ ہوئی تھی لیکن اب بہتر ہوں۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"واقعی شادی کے ہنگاموں نے بہت تھکا دیا۔ تم تو پھر دلہن تھی"

"میں سمجھ سکتی ہوں کہ تمہاری کتنی دوڑیں لگی تھیں شادی میں۔ تم نے اپنی طبیعت کے بارے میں کافی ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا تھا۔" حرم اسے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

www.urdu novels mania.com

"ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا۔ ایک دفعہ آرام کرنے لگ جاؤں تو جسم کے سارے درد ایک کے بعد ایک جاگ اٹھتے ہیں۔"

"یہ بات تو ٹھیک کہی تم نے۔ اوپر سے سب کچھ سادگی سے کرتے کرتے بھی ہزاروں بجھیڑے نکل آئے۔"

"بالکل اور میں تو حیران ہوں کہ ہاناش بھائی دل میں کتنی حسرتیں لیے بیٹھے تھے۔" ولیجہ کے کہنے پر وہ ہنس پڑی۔

"تمھاری ہنسی بہت خوبصورت ہے۔ ویسے تو یہ جملہ ہاناش بھائی کو کہنا چاہئے لیکن فحال چونکہ تم ان کی دسترس سے دور ہو۔ اس لیے یہ تعریف تم میری طرف سے ہی قبول کرو" ولیجہ شرارتی لہجے میں بولی۔

"آ جاؤ ہم بھی وہیں چلتے ہیں۔ ویسے بھی اب تک تمھارا شوہر میرے شوہر کو اچھی خاصی پٹیاں پڑھا چکا ہوگا۔" ولیجہ کی خشنماک نظروں پر وہ مسکراہٹ دباتی اسی طرف بڑھ گئی جہاں وہ دونوں پلاسٹک کی رکھی کرسیوں پر براجمان محو گفتگو تھے۔ ولیجہ نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیے۔



\*\*\*\*\*

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے سی کی ٹھنڈک میں گرمی سے بے حال ہوتے ابراہیم نے بیگ اتار کر صوفے پر پھینکا اور پھر خود بھی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے پیچھے آتی علین نے اس کا صوفے سے نیچے لٹکتا ہاتھ بمشکل اوپر کیا اور اس کے پاس سے گزرتی ہوئی جا کر دوسرے صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ حرم رے تھامے وہیں چلی آئی۔

ابراہیم سیدھا ہو کر بیٹھا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جوس کا گلاس تھام لیا۔ جبکہ ماں کو دیکھتے ہی علین سکول میں گزرے دن کی روداد سنانے کے لیے پر جوش ہو گئی۔

"مما آپ کو پتا ہے کہ آج سکول میں کیا ہوا؟" سیفین جو ولیجہ کے ہمراہ ابھی ہی لائونج میں آیا تھا، بولا۔

"کیا ہوا تھا پرنس؟" اور ساتھ ہی اسے گود میں بٹھالیا۔

ابراہیم نے اسے کوفت سے دیکھا۔ اب اس نے چابی والی گڑیا کی طرح پٹر پٹر بونا شروع ہو جانا تھا۔

"آج ابراہیم کو اس کی ٹیچر نے پنشنٹ دی تھی اور اس کو کلاس سے بھی باہر نکال دیا تھا۔" ابراہیم دھڑام سے صوفے سے نیچے گرا۔ سیف نے اسے کڑی نظروں سے دیکھا۔

"بابا یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" وہ فوراً گڑبڑا کر بولا۔

"وہ جھوٹ نہیں بولتی۔ علین بتاؤ اس کو ٹیچر نے پنشن کیوں کیا تھا؟" سیف ابراہیم کو گھورتے ہوئے بولا۔

www.urdu novels mania.com

"اس نے ہوم ورک نہیں کمپلیٹ کیا ہوا تھا چاچو۔" علین جھٹ بولی۔

"ہوم ورک کیوں نہیں کیا تھا تم نے؟"

"بابا میں نے کیا تھا ہوم ورک۔" ابراہیم نے نظریں چرائیں۔

"مسلسل جھوٹ بول رہے ہو ابراہیم۔" اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"آج سے تمہارا سارا ہوم ورک میں خود چیک کروں گا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ تم کیسے ڈنڈی مارتے ہو۔ جاؤ جا کر یونیفارم بدلو۔" سیفین کی ڈانٹ پر ابراہیم منہ بسورتا ہوا اٹھا اور بیگ اٹھا کر جھلاتا ہوا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا لیکن جانے سے پہلے علین کو منہ پر ہاتھ پھیر کر دھمکی دینا نہیں بھولا تھا۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

"حرم تیار ہو جاؤ۔ ہمیں کہیں جانا ہے۔" ہاناش نے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی رسٹ واچ اٹھا کر پہنتے ہوئے کہا۔

"کہاں جانا ہے؟" حرم جوڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں سیٹ کر رہی تھی، شیشے میں اس کا عکس دیکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"وہاں جا کر تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔"

"میں کسی الیکشن کمپین میں ہرگز نہیں جاؤنگی۔" وہ تنبیہی انداز میں بولی۔

ہاناش نے مسکراتے ہوئے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

"بے فکر ہو۔ میں ایسے کسی بھی کام میں تمہی ہرگز ملوث نہیں کروں گا۔ ایک جاننے والا ہے۔ وہ کافی عرصے سے اس کے گھر جانے پر اصرار کر رہا ہے لیکن وقت ہی نہیں ملتا۔ آج تھوڑی فرصت ملی تو سوچا اس کی ناراضگی دور کر دوں۔ تمہیں بھی یقیناً ان سے مل کر خوشی ہوگی" وہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ حرم نے سر ہلایا۔

"علین کو بھی ساتھ لے چلیں یا رہنے دیں؟" اس نے چیزیں دراز میں رکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"لے چلتے ہیں۔ میں ایک گھنٹے تک واپس آ جاؤں گا۔ تب تک تم دونوں تیار ہو جاؤ"

ہاناش نے کہتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔ یہ اس کا باہر جاتے ہوئے معمول تھا۔

"خدا حافظ" حرم مسکرائی۔

"خدا حافظ" جواباً وہ بھی مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

ہاناش نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی سیل بجائی۔ علین اس کی گود میں تھی۔ جامنی رنگ کے فراک میں وہ کیوٹ لگ رہی تھی۔ جبکہ حرم ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک سائڈ

پر کھڑی تھی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا لڑکا بارہ تیرا سال کا معلوم ہوتا تھا۔

"ارے ہاناش سر آپ۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ آپ نے اپنی آمد کی اطلاع ہی نہیں دی" وہ لڑکا چہرے پر حیرت و خوشی کے ملے جلے تاثرات لیے بولا۔

"وعلیکم السلام! میں نے سوچا کہ سر پرانزدے کر تمہاری ناراضگی دور کر دوں۔ اور لڑکے کتنی بار کہا ہے تمہیں کہ مجھے سر نہیں بھائی بولا کرو۔" ہاناش کی ڈانٹ پر وہ نخل سا مسکرایا۔

حرم ان دونوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حیرت کو بھانپتے ہوئے ہاناش نے مسکرا کر اس کا تعارف کروایا۔

"حرم یہ حافظ ہے۔ ویسے تو یہ میرا چھوٹا بھائی ہے لیکن یہ مجھے اپنا بھائی نہیں مانتا وہ الگ بات ہے۔" ہاناش کے کہنے پر وہ پھر سے شرمندہ ہوا تھا۔

"ویل مجھے لگا تھا کہ آپ کا دوست کوئی سیاسی ہستی یا بڑا آدمی ہوگا۔ لیکن یہ تو بالکل ہی چھوٹا سا ہے۔" حرم ہاناش کو کہہ کر مسکراتے ہوئے حازق سے مخاطب ہوئی۔

"کیسے ہو حازق؟"

"الحمد للہ میم۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ کر تو اور بھی اچھا ہو گیا ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ چونکہ ہاناش تمہارا بھائی ہے تو تم مجھے بھی بھابھی یا آپنی جودل کرے، بلا سکتے ہو۔ مجھے اچھا لگے گا۔" حرم نے دوستانہ لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بال بکھیرے۔ وہ دونوں اس کے انداز پر ہنس پڑے۔

"یہ علین ہے نا؟" حازق کے پوچھنے پر ہاناش نے سر ہلا کر علین کو نیچے اتارا۔

"آؤ پرنس آپ کو ڈول دکھاؤں۔" حازق علین کو اندر لے گیا۔

وہ دونوں بھی اس کے پیچھے گھر کے اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک دو کمروں پر مشتمل چھوٹا سا لیکن بے حد صاف ستھرا گھر تھا۔ گھر پر حاذق کی ماں اور طلاق یافتہ بہن تھی جس کی ایک بیٹی بھی تھی۔ حرم واقعی ان کے اخلاق سے متاثر ہوئی تھی اور علین تو سارا وقت ہی حاذق اور اس کی بھانجی کے ساتھ کھیلتی رہی تھی۔

گھر واپسی پر ہاناش نے اسے بتایا تھا کہ وہ حاذق کو کیسے جانتا ہے۔ حرم نے شذر نظروں سے ہاناش کو دیکھا۔ بھلا کون کرتا ہے یوں کسی کی مدد۔ یہ شخص اس کو حیران پر حیران کرتا جا رہا تھا۔ اس شخص کے ناجانے کتنے روپ تھے۔ لیکن ہر روپ پہلے والے سے زیادہ پیارا تھا۔ اس کے دیکھنے پر وہ مسکرائی۔ پھر کھڑکی سے باہر بھاگتے مناظر کو اپنی نظروں میں قید کرنے لگی۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*



بیڈ پر سوٹ کیس کھلا پڑا تھا جس میں سیف اپنی چیزیں رکھ کم ٹھونس زیادہ رہا تھا۔ ولیجہ بھی وہیں بیڈ پر بیٹھی اسے خفا خفا نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سیف نے مسکراہٹ دبا کر ایک نظر اسے دیکھا پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

سیف کو اچانک آفس کے ایک پروجیکٹ کے سلسلے میں اسلام آباد جانا پڑ رہا تھا۔ اور ولیجہ اسی وجہ سے اس سے ناراض تھی۔ ویسے تو ولیجہ ہی ہر بار اس کی پیکنگ کرتی تھی مگر اس بار اس نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر سیف کے ہر کام سے صاف انکار کر دیا تھا۔

اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیومز اور کف لنکس اٹھائے اور انہیں سوٹ کیس میں رکھ کر زپ بند کر دی۔ پھر سوٹ کیس بیڈ سے اٹھا کر ایک سائڈ پر رکھا اور گھٹنوں کے بل ولیجہ کے سامنے بیٹھا اور مسکین سی شکل بنا کر بولا۔

www.urduNovelsMania.com

"اگر تم ایسے ہی ناراض رہو گی تو میں وہاں سہی سے کام پر دھیان ہی نہیں دے پاؤنگا۔ اور اگر کام نہیں کر پاؤنگا تو میرا جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پلیز مان جاؤ نا"

"آپ مجھے اس لیے منارہے ہیں کہ کہیں میرے چکر میں آپ کا کام نہ رک جائے۔" ولیجہ شاکر لہجے میں بولی۔ مطلب کہ حد ہوگئی۔ اس کی تو کوئی ویلیو ہی نہیں۔

"میری جان میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ دیکھو کام جتنا جلدی ختم ہوگا، میں بھی اتنی ہی جلدی واپس آ جاؤنگا۔ لیکن اگر کام مکمل ہی نہیں ہوگا تو میں واپس کیسے آ پاؤنگا۔ اب بار بار تو نہیں جاسکتا نا۔" سیف بجاہت سے بولا۔

"ویسے سیف کتنی غلط بات ہے نا۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ اس ہفتے آفس نہیں جائیں گے لیکن آپ تو سیدھا دوسرے شہر ہی چل دیے۔" اس کے شکوے پر سیف نے خجالت سے سر پر ہاتھ پھیرا۔

www.urdu novels mania.com

"اس بار پکا وعدہ۔ کچھ بھی ہو جائے اگلا پورا ہفتہ تمہارے ساتھ ہی گزاروں گا۔ کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔ بس اس بار جانے دو" اس کو منانے کی ایک اور سعی کی۔

"آپ بس مجھے بھلاتے ہی رہتے ہیں۔ آپ کو اب مجھ سے بالکل بھی محبت نہیں رہی۔" ایک اور شکوہ کیا گیا۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ نہ ہی کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک بھرپور جذبہ ہے جو پوری شدت کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے۔ بس اس کی شدت کا اندازہ وقت گزرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے اثرات ساری زندگی رہتے ہیں۔ اور تم تو میری محبت پلس شریک حیات بھی ہو۔ میں بھلا تمہاری نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں" اس نے مسکرا کر کہا تو ولیجہ کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"اس کا مطلب آپ نہیں جا رہے؟" اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"بس اس بار جانے دو۔ اگلی بار میٹنگ بھی تم سے پوچھ کر رکھوں گا۔" اس کے جواب پر ولیجہ نے سر جھٹکا۔ ہو ہی نہ جائے یہ شخص اتنا فرمانبردار۔

"میرے منع کرنے سے آپ نے روک تھوڑی جانا ہے۔ جائیں گے تو آپ ہر حال میں۔ ہاں لیکن اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔ اگلی بار کوئی معافی نہیں ملے گی۔" لہجے میں خفگی ہنوز برقرار تھی۔

"جو حکم سرکار"

ولہجہ نے اسے ترچھی نظروں سے دیکھا۔ سیف نے آگے ہو کر اس کی آنکھوں پر لب رکھ دیے۔ اسے ساتھ لگائے رہی سہی ناراضی بھی ختم کرنے کے بعد اب اس کا رخ باہر کی طرف تھا۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

"حرم تم نے ہاناش بھائی کو مبارک باد دی؟" وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں بیٹھی ایک برانڈ کی نئی کلکیشن دیکھ رہی تھیں کہ اچانک ولیجہ نے یاد آنے پر پوچھ لیا۔ ولیجہ کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

عوامی تحریک پارٹی ایک بار پھر صوبے بھر میں بھاری اکثریت کے ساتھ الیکشن جیت گئی تھی۔ پارٹی کی جیت میں ووٹ دینے والوں میں ایک بڑا حصہ ہاناش کے سپورٹرز کا تھا۔ گوکہ وہ ڈیزرونگ تھا لیکن ان ووٹوں میں کثیر تعداد سمپھتی ووٹس کی بھی تھی۔

"کب دوگی یار؟ آج دوسرا دن تو ہو گیا ہے۔" ولیجہ حیرت سے بولی۔

"جب وہ گھر آئیں گے تو تسلی سے ایک ہی بار دے دوں گی۔" اس کا لاپرواہ سا لہجہ ولیجہ کو مسلسل حیرت کے سمندر میں غوطے لگوار ہاتھا۔

"اللہ کی بندی وہ تو کم از کم ایک ہفتے تک گھر نہیں آئیں گے تو کیا تم ایک ہفتے تک انہیں مبارک باد ہی نہیں دوگی؟" اب کی بار جھٹکا کھانے کی باری حرم کی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ وہ ایک ہفتے تک نہیں آئیں گے؟"

"پچھلی بار بھی جب پارٹی الیکشن جیتی تھی تب بھی وہ ایک ہفتے تک نہیں آئے تھے۔ پارٹیوں اور جشن وغیرہ میں اتنا وقت لگ ہی جاتا ہے۔"

"کیا مطلب جشن وغیرہ میں بندہ اپنی فیملی کو ہی بھول جائے؟" اس کو نئے سرے سے غصہ چڑھا۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"کوئی بات نہیں تم کال کرو یا وہ بات تو ایک ہی ہے نا"

"اچھا دیکھوں گی۔" اس نے بات صاف ٹالی تھی۔ ولیجہ اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

ٹیبل پر پڑا فون مسلسل بج رہا تھا۔ حرم نے کوفت سے فون کو دیکھا۔ پھر جلدی سے علین کو شوز پہنایا۔ علین کو کمرے سے بھیج کر فون اٹھا کر کان کو لگایا۔

"السلام علیکم!" اسیر پیس میں سے ہاناش کی گھمبیر سی آواز گونجی۔

"وعلیکم السلام! یاد آگیا کہ آپ ایک عدد بیوی بھی رکھتے ہیں؟" وہ خشمگین لہجے میں بولی تھی۔

"یاد تو تمہیں بھی نہیں تھا کہ بچا رے شوہر کو کال کر کے مبارک باد ہی دے دو یا چلو حال احوال ہی پوچھ لو۔" اس کا شکوہ سن کر وہ متبسم لہجے میں بولا۔

www.urdu novels mania.com

"آپ گئے ہوئے ہیں تو اصولاً آپ کو ہی کال کرنی چاہئے تھی نا۔" ہارمانا اس کی فطرت میں ہی نہیں تھا۔

"او کے میری ہی غلطی ہے۔ اب خوش "ہاناش کے کہنے پر حرم نے فخر سے گردن اکڑائی۔

"ہاں تو اپنی غلطی مان کر آپ نے مجھ پر کونسا احسان کیا ہے۔"

"ویسے کتنی ظالم بیوی ہو۔ جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ میں کیسا ہوں "اب کی بار اس کی خفگی بھری آواز ابھری۔

"وہ جب یہاں آئیں گے تو تسلی سے ایک ہی بار پوچھ لوں گی۔ "وہ مزے سے بولی۔

"کئی بات ہے؟" [www.urdu novelsmania.com](http://www.urdu novelsmania.com)

"جی بلکل"

"چلو دیکھ لیتے ہیں"



\*\*\*\*\*

آڈیٹوریم میں اس وقت طلباء کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اساتذہ، طلباء اور پورا اسٹاف ہی مہمان خصوصی کا انتظار کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ گارڈز کے ہمراہ آڈیٹوریم میں داخل ہوا۔ بھرپور تالیوں میں اس کا استقبال کیا گیا۔ پرنسپل کی ہمراہی میں وہ چلتا ہوا اسٹیج پر آیا۔ تلاوت قرآن اور نعت رسول مقبول کے بعد تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا اور اس نے مائیک سنبھالا۔

"تعارف پر وقت ضائع نہیں کرونگا کہ آپ سبھی مجھے جانتے ہیں اور نہ ہی اپنی سیاسی کوششوں کے بارے میں بات کرونگا کہ میری سیاسی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے اور آپ سب سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ میں یہاں کوئی بڑے بڑے دعوے کرنے نہیں آیا کیونکہ میں بولنے سے زیادہ عمل کرنے پر یقین رکھتا ہوں اور میں جو کرونگا وہ آپ سب کے سامنے ہوگا۔ آپ سبھی باشعور ہیں صحیح اور غلط کی پہچان رکھتے ہیں اور آئندہ ہونے والی

تبدیلیوں کو محسوس کریں گے۔ آج میں یہاں صرف ایک سوال کرنے آیا ہوں "اس نے توقف کیا۔ پھر ان سب چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے سلسلہ کلام کو وہی سے جوڑا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ سب ملک کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ مجھ جیسے تمام سیاستدان بہت سے دعوے کرتے ہیں اور ان میں سے چند ایک ہی پورے ہو پاتے ہیں۔ کبھی وسائل کی کمی کی وجہ سے، کبھی دیگر رکاوٹوں کی وجہ سے تو کبھی ہماری اپنی بے ایمانی کی وجہ سے۔ اس لیے میں کوئی کھوکھلا دعوہ نہیں کرنا چاہتا کہ جس پر مجھے آپ سب کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے کیونکہ آپ سبھی اس ملک کا مستقبل ہیں۔ میں آپ سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ ضرورت پڑنے پر آپ ملک کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

ایک لڑکے نے ہاتھ کھڑا کیا۔ اس نے مائیک اس لڑکے کو دینے کا اشارہ کیا۔

"میں اپنے ملک کے لیے جان دے سکتا ہوں۔" لڑکا مائیک تھام کر فخر سے بولتا اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ پھر ایک لڑکی کھڑی ہوئی۔

"میں بھی اپنے ملک کے لیے جان دے سکتی ہوں۔" تقریباً سب کا یہی جواب تھا۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ لوگوں کو وطن کے سامنے اپنی جان بھی بے معنی لگتی ہے۔ لیکن کیا آپ لوگ وطن کو اپنی سانسیں دے سکتے ہیں؟" ہال میں لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی۔ اس نے پر نسل کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کیا کر سکتے ہیں ملک کے لیے؟" پر نسل کے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا۔ ایک لمحے کو تو وہ گڑبڑا ہی گیا۔ پھر سنبھل کر سنجیدگی سے بولا۔

"اپنی فیلڈ میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر کے"

"آپ میں سے کتنے لوگ اس بات سے متفق ہیں؟" بہت سے ہاتھ ہوا میں بلند ہوئے۔

"اچھا لیکن اگر آپ جاب لیس ہوئے تو؟ یا اگر آپ بچے یا بوڑھے ہیں تو آپ کیسے اپنی جاب کو ایمانداری سے نبھاسکتے ہیں؟ ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ اس نے منتظر نظروں سے سب کے چہروں کو دیکھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ گہرا سانس لے کر اس نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

"آپ کو پتا ہے کہ کراچی بلکہ ملک کے سبھی شہر اتنے گندے کیوں رہتے ہیں؟ آلودگی اتنی کیوں بڑھ گئی ہے؟ کیونکہ ہم نے خود پر فرض کر لیا ہے کہ کوڑا یا کچھ بھی کھانے یا استعمال کرنے کے بعد ریپر ڈسٹ بن میں نہیں پھینکنا۔ اگر ہم راہ چلتے ہوئے کچھ کھا رہے ہیں تو وہیں ریپر پھینک کر چل دیتے ہیں۔ گھر کے نزدیک کوئی بھی خالی پلاٹ دیکھا تو کوڑا وہیں پھینکنا شروع کر دیا۔ آگے جانے کا تردد کیوں کریں بھی؟"

www.urdu novels mania.com

"اس کے علاوہ اگر ہم کبھی ٹریفک میں پھنس جائیں تو کچھ دیر بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ فوراً ہارن پر ہارن بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ قانون کی خلاف ورزی کرنا تو ہمارے خون میں شامل ہے۔ پھر یہ بھی کہنے والے ہم ہی ہوتے ہیں کہ جنگل کا قانون رائج ہے ملک

میں۔ "اس نے گہرا سانس لیا۔ ٹیبل سے پانی کی گلاس اٹھا کر چند گھونٹ حلق میں اتارے۔ پھر دوبارہ مائیک سنبھال لیا۔

"یہ وہ چیزیں ہیں جو ہمارے لیے کوئی معنی ہی نہیں رکھتیں۔ قطرے قطرے سے ہی دریا بنتا ہے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے ملک خراب ہوتا جا رہا ہے۔ صرف اپنی فیلڈ میں ہی نہیں اپنے ہر عمل کو بہتر بنائیں۔ یہ ملک آپ کا ہے۔ آپ نے اس کو بہتر بنانا ہے۔" کچھ سوچ کر وہ مسکرایا۔

"ایک اور چیز جس کی غلط فہمی میں تقریباً پورا ملک ہی ڈوبا ہوا ہے۔ ہماری عوام کو لگتا ہے کہ سیاستدان ہاتھ میں جادو کی پھڑی لے کر آتے ہیں۔ جسے گھمانے سے ملک کا نقشہ سیکنڈز میں بدل جائے گا۔ ایسا نہیں ہوتا۔ حالات بہتر ہونے میں وقت لگتا ہے۔ ہم بچارے عام سے ہی انسان ہوتے ہیں۔ آلہ دین کے چراغ سے نکلنے والا کوئی جن نہیں۔" ہال میں دبے دبے سے قہقہے گونجے۔

"اگر آپ مایوسی کی طرف جا رہے ہیں تو اپنے آپ کو خود چٹیرا پ کریں۔ اگر آپ کو لگ رہا ہے کہ آپ کی زندگی میں اندھیرا چھا رہا ہے تو ایسا نہیں ہے۔ بس آپ کے اندر روشنی کو پانے کی لگن مانند پڑنے لگی ہے۔ اس لگن کو خود میں بیدار کریں۔ اپنے لیے روشنی خود ڈھونڈیں۔ نہ کہ اس انتظار میں رہیں کہ لوگ آکر آپ کے لیے دیا جلائیں گے۔ اگر آپ کا ملک خسارے میں جا رہا ہے تو اس کی حالت خود بدلنے کی کوشش کریں۔ اور اگر آپ اپنی مدد خود نہیں کر سکتے تو دوسروں سے بھی امید مت رکھیں۔" اس کے خاموش ہوتے ہی ہال تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

اس کے سیکرٹری نے آگے بڑھ کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ سر ہلا کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

www.urdu novels mania.com

"آپ لوگوں کے ساتھ باتوں میں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ اب مجھے اجازت دیں۔ اگر آپ میں کسی کو بھی کوئی بھی مسئلہ ہو تو میرے سیکرٹری سے رابطہ کر لیں۔ ان شاء اللہ میری طرف سے بھرپور تعاون کیا جائے گا۔ اگر اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی اور اس میں آپ لوگوں کے لیے کونسیجنگ سیشن بھی ہوگا۔ اپنا اور ملک کا خیال رکھیں۔ فی امان اللہ"

سٹیج سے اتر کر ٹیچر ز اور گارڈز کے ہمراہ وہ دروازے کی طرف بڑھا تو سب احتراماً کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ ہوا کا جھونکا پر اسراریت سے مسکراتا ہوا وہاں سے گزر گیا۔

\*\*\*\*\*

سکول میں اس وقت بچوں کو پڑھائی سے بریک ملی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ بلا روک ٹوک اپنی مرضی سے کھیلنے پھر رہے تھے۔ علین ہاتھ میں لپنج باکس تھامے لکڑی کے بیچ پر بیٹھی ابراہیم کا انتظار کر رہی تھی جو ہاتھ دھونے گیا ہوا تھا۔ ویسے تو وہ ہر روز اپنی دوست کے ساتھ بیٹھ کر لپنج کرتی تھی لیکن آج ابراہیم کو اپنا لپنج پسند نہیں آیا تھا تو وہ علین کا لپنج شیئر کرنے والا تھا۔

www.urdu novels mania.com

گراؤنڈ میں کچھ لڑکے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکے نے گول کورٹ کی مخالف سمت میں بال کو تک ماری تو وہ ہوا میں گھومتی ہوئی علین کے ہاتھ پر آ کر لگی۔ علین جو ابراہیم کے انتظار سے تنگ آ کر کھانا شروع کر چکی تھی، بال ہاتھ پر لگنے سے نوالا چھوٹ کر زمین پر گرا۔

گراؤنڈ میں داخل ہوتا ابراہیم تیزی سے دوڑ کر اس کے پاس آیا لیکن تب تک حاذق جو کچھ فاصلے پر کھڑا میچ دیکھ رہا تھا، اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"علین تم ٹھیک ہو؟" ابراہیم کے تشویش سے پوچھنے پر علین نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ بال بہت زور سے لگنے کی وجہ سے اس کا نازک سا ہاتھ سرخ ہو چکا تھا۔

علین نے رونا شروع کر دیا۔ حاذق نے ہونٹ بھیچ کر اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر اس لڑکے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کو سہی سے جھاڑنے کے بعد جب وہ واپس آیا تو علین کا رونا دھونا تو ختم نہیں ہوا تھا لیکن اس کو چپ کروانے کے چکر میں ابراہیم بے حال ہو گیا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"تم میرے بغیر خود ہی کھانا شروع ہو گئی تھی نا۔ اسی لیے تمہارے ساتھ یہ ہوا ہے۔"

ابراہیم تپ کر بولا۔



"بکواس مت کرو۔ اور ٹھونسو اب اپنے والا ہی ٹفن۔ میں نہیں دوں گی تمہیں اپنا۔" علین نے بھی جوابی کارروائی کی۔

"نہ دو۔ میں تمہارے ٹفن کے بغیر مرا نہیں جا رہا۔ کیسٹن سے کچھ لے کر کھا لوں گا۔ ہونہ" ابراہیم نخوت سے کہتا دو قدم چلا۔ پھر اچانک واپس مڑ کر تحیر سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

"یہ حاذق ہے۔" علین نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا تو تم ہو حاذق۔ اچھا ہوا کہ تم یہیں مل گئے۔" اس کے کہنے پر حاذق نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہے تھے؟"

"پچھلے ہفتے یہ مینڈکی تمہارے گھر گئی تھی نا۔ تو یہ تب سے لے کر اب تک تمہاری اور تمہاری فیملی کی تعریفیں کرتی نہیں تھک رہی۔ تو میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں جو اس مینڈکی نے تمہاری اتنی تعریف کی ہے۔ ورنہ تو اسے ایمپریس کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔"

حاذق کو سمجھ نہیں آئی کہ اس کی تعریف ہوئی تھی یا عزت۔ پھر بھی رسمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا۔"

"یار اتنا فارمل کیوں ہو رہے ہو؟ ہم کو نسا بزرگ ہیں۔ چل کرو۔ آؤ کینٹن پر چلتے ہیں۔ اس مینڈکی کو ٹھونسنے دواپنا لچ۔" ابراہیم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بے تکلفی سے بولا۔

"علین آپ بھی آجائیں ساتھ۔" حاذق کے کہنے پر علین نے ابراہیم کو جتنی نظروں سے دیکھا۔ ابراہیم ان دونوں کو گھورتا ہوا آگے چل پڑا۔ حاذق نے علین کو اشارہ کیا اور

ابراہیم کی تقلید میں چل پڑا۔ علین نے جلدی جلدی اپنا لچ پکس بند کیا اور ان دونوں کے پیچھے بھاگ گئی۔

\*\*\*\*\*

قومی اسمبلی کی عمارت کے احاطے میں اس وقت لوگوں کی چہل پہل معمول سے زیادہ تھی۔ آج برسرِ اقتدار پارٹی نے اسمبلی میں بل پیش کرنا تھا۔

ارکانِ اسمبلی ہنستے ہوئے گلے مل رہے تھے۔ آن سکرین یہی ارکان ایک دوسرے کے ہنسیے ادھیڑ دیتے ہیں اور پیچھے یاروں کے یار بنے ہوتے ہیں۔

www.urdu novels mania.com

اسی وقت اسمبلی عمارت کے گیٹ کے سامنے تین سیاہ گاڑیاں آکر رکیں۔ دوسری گاڑی میں سے ہاناش نکلا۔ سفید بے شکن قمیض شلوار میں وہ وجاہت سے بھرپور لگ رہا تھا۔ بازوؤں کو معمول کی طرح کہنیوں تک موڑے، بالوں کو سلیقے سے پیچھے کی طرف سیٹ

کیے، بہت سے لوگوں سے دعا سلام کرتا ہوا وہ راہداری تک ہی پہنچا تھا کہ ایک آواز پر اس کو مڑنا پڑا۔

وہ جبران قریشی تھا۔ گرے سفاری سوٹ میں ملبوس، ہاتھوں میں سگار پکڑے وہ اسی سے مخاطب تھا۔

"کیسے ہیں شاہ صاحب؟" قریشی کا انداز ایسے تھا، جیسے ان کے درمیان بہت خوشگوار تعلقات ہوں۔

"اللہ کا کرم ہے۔ آپ سنائیں طبیعت، صحت، نیت ٹھیک ہے؟" گوکہ ہاناش کا فحال اس سے کلام کرنے کا بالکل ارادہ نہیں تھا مگر اپنے ارد گرد کا خیال کرتے ہوئے اسے مروت کا مظاہرہ کرنا ہی پڑا تھا۔

اس کی بات پر قریشی زبردست قمقہ لگا کر بولا۔

"طبیعت اور صحت تو بالکل ٹھیک ہیں۔ ہاں البتہ نیت بدلتی ہی رہتی ہے۔" ہاناش زبردستی مسکرا دیا۔

"ارے ہاں تمہیں مبارک باد تو دینا ہی بھول گیا۔ بھئی بہت مبارک ہو تمہیں۔ لگتا ہے عوام تمہیں ضرورت سے زیادہ ہی پسند کرتی ہے جیسی تو تمہیں دوبارہ منتخب کر لیا۔ اور وہ بھی پہلے سے ڈبل ووٹوں کے ساتھ۔"

"شکریہ قریشی صاحب۔ آپ کا بھولنا بنتا بھی ہے۔ اور رہی بات عوام کی تو عوام ظاہری حالات کو دیکھتی ہے۔ اور الحمد للہ میں نے اب تک کیے اپنے سارے وعدے پورے کیے ہیں۔ ہر وقت صرف اپنے ہی خزانے نہیں بھرے۔" اب کی بار ہاناش دل شکن انداز میں مسکرایا۔ اس کا اشارہ کس طرف تھا، قریشی بخوبی واقف تھا۔

"چلو آؤ اندر چلیں" قریشی کہتا ہوا اس سے پہلے ہی آگے بڑھ گیا۔ ہاناش نے بغیر لگی لپٹی رکھے اس کے منہ پر تاجہ مارا تھا جو اس کا خون کھولا گیا تھا لیکن وہ یہاں کوئی تماشہ نہیں چاہتا تھا۔

ہاناش نے اس کی پیٹھ کو زہر خند نظروں سے دیکھا۔ کچھ لوگ ناسور کی طرح سسٹم کی جڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر انہیں نکالنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن ہر ناممکن میں ایک ممکن چھپا ہے۔ اور ہاناش کو یقین تھا کہ جلد یا بدیر وہ اس سے پیچھا چھڑا ہی لے گا۔

\*\*\*\*\*

سات ماہ بعد :-

ہلکی ہلکی سی رم جھم کے بعد موسم بہت حد تک بہتر ہو گیا تھا۔ درختوں پر چھماتے پرندے، سڑکوں پر کھیلنے بچوں کا شور، ساری آوازیں ایک سازی کی طرح ماحول میں بکھری ہوئی تھیں۔ گیلی مٹی اور پھولوں کی خوشبو روح کو سرشار کیے ہوئے تھی۔

ایسے میں اگر ہاسپٹل کے احاطے سے گزر کر راہداری میں بنے آخری کمرے میں داخل ہو تو ہاناش ایک ننھی سی پری کے کان میں اذان دیتا دکھائی دے رہا تھا۔ بیڈ پر مریضوں کے

مخصوص لباس میں لیٹی ولیجہ اگرچہ کمزور لگ رہی تھی، مگر اس کے چہرے پر نور پھیلا ہوا تھا۔ حرم اس کے پاس بیٹھی اس کے لیے فروٹس کاٹ رہی تھی۔

ہاناش اذان سے فارغ ہو کر کمر میں لیٹے اس روئی کے گالے کو لے کر انہی کی طرف آگیا۔

"اس کا نام کیا رکھا ہے؟" حرم کے پوچھنے پر ولیجہ نے کندھے اچکا دیے۔

"اس کام کا ذمہ اس کے بھائی صاحب نے اٹھایا ہے۔ ہر آئے دن ایک نیا نام بتا رہا ہوتا ہے۔ اب دیکھو اس کا کوئی ایک نام ہو گا یا ناموں کی پوری فوج۔" ولیجہ کے کہنے پر وہ دونوں ہی ہنس دیے۔

بے بی کو دو دن زسری میں رکھا گیا تھا اور آج ہی ان کے حوالے کیا گیا تھا۔ اس لیے اس کے سارے کام آج ہی ہو رہے تھے۔

"ویسے اگر میرا بیٹا ہوتا یا تمہارا بیٹا بڑا ہوتا تو میں نے ان دونوں کی شادی کروانی تھی۔" ولیجہ بے بی کو دیکھتی ہوئی مصنوعی افسردگی سے بولی۔

"ماشاء اللہ تمہارے ان نادر خیالوں پر اکیس توپوں کی سلامی تو بنتی ہے۔ ایک کو بھی دنیا میں آئے صرف دو دن ہوئے ہیں اور دوسرے جناب تو ابھی راستے میں ہی ہیں۔ لیکن ادھر رشتہ داری پہلے ہی بن گئی۔" حرم کے کہنے پر ایک زبردست قمقمہ پڑا تھا۔

"ویسے علین اور ابراہیم کا تو یہ مسئلہ بھی نہیں۔ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ابھی ولیجہ بولی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیف، علین اور ابراہیم کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا۔ وہ دونوں خوشی سے بھاگتے ہوئے ولیجہ کی طرف بڑھے جس کے بائیں جانب بے بی کوٹا رکھا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"مما بے بی مجھے دیں۔" ابراہیم چکا۔

"نہیں پہلے بے بی کو میں اٹھاؤنگی۔" علین قطعیت سے بولی۔



"ایسے کیسے تم اٹھاؤ گی؟ میری بہن ہے۔ میں پہلے اٹھاؤنگا۔" ابراہیم تو فوراً ہی بھڑک اٹھا۔

"چاچو دیکھیں نا۔ ابراہیم مجھے نہیں لینے دے رہا۔" علین فوراً مسمی سی شکل بنا کر سیف کا ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی۔

"ابراہیم یا رلینے دو اس کو بھی۔ تمھاری بہن ہے تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ یہ صرف تمھاری ہے۔" سیف نے اسے رساں سے سمجھانا چاہا۔

"جی بالکل۔ یہ میری ہے۔" ابراہیم صاحب کے ہاتھ تو دونوں جانوں کا خزانہ لگ گیا تھا۔ سب سے بڑھ کر بھائی ہونے کے ناطے بے بی پر پہلا حق اس کا تھا۔ اس کے تو قدم ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

"اب تم میرے بابا کے ساتھ کھیلنا ذرا۔ اور میرا بھیا بھی آنے والا ہے۔ پھر میں بھی تمھیں نہیں لینے دوں گی۔" علین کو بھی غصہ آگیا۔

"نہیں لونگا تمہارا بھیا۔ میرے لیے میری بہن ہی کافی ہے۔" آج تو اس کو کسی چیز کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ ساری دنیا ایک طرف، اس کی بہن ایک طرف۔

"تمہیں لگتا ہے کہ ان دونوں کا ایک ساتھ گزارا ہو سکتا ہے؟ لڑائیوں سے تو فرصت ملتی نہیں ہے۔" حرم ان دونوں کو خشمگین نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"چلو بچوں بتاؤ اس کا نام کیا رکھیں؟" سیف نے غیر ارادی طور پر ایک نئی جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔

"اس کا نام ونیزہ رکھیں گے۔" علین فوراً جوش سے بولی۔

"تم سے کس نے پوچھا؟ اس کا نام میں رکھوں گا۔" ابراہیم نے رعب جھاڑا۔

"دونوں بالکل چپ ہو جاؤ۔ اب ایک نئی بحث نہیں شروع کرنی۔ اس کا نام میں خود رکھ لوں گا۔" سیف کے بھاری رعب دار لہجے پر ان دونوں کے منہ لٹک گئے۔

"مہمل کیسا ہے؟" کافی دیر گول پر لڑکیوں کے نام سرچ کرنے کے بعد اسے ایک یہی پسند آیا تھا اور اب باقی سب کی رائے درکار تھی۔

"بہت پیارا ہے۔" سب ہی کو یہ نام پسند آیا تھا۔

"چلو فائنل ہو گیا۔ مہمل شاہ" سیف اعلانیہ انداز میں بولتا اس ننھی سی پری کو گود میں اٹھا چکا تھا۔ ابراہیم نے علین کو گھورا پھر دوبارہ ناراضگی کا لبادہ اوڑھے منہ بنا کر بیٹھ گیا۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

ہانا ش بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ انگلیاں موبائل کے کی پیڈ پر تیزی سے چل رہی تھیں۔ حرم اس کے کندھے پر سر ٹکائے پرسوج نظروں سے سامنے دیکھتی اس کی

سفید شرٹ پر اپنی محرومی انگلیوں سے نقش و نگار بنا رہی تھی۔ ہاناش نے سر جھکا کر ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر موبائل سائڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"ہوں۔ کچھ نہیں" وہ چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر آئی۔

"کلی بات ہے؟"



"ہاں"

"ویسے حرم ہم اپنے بے بی کا نام کیا رکھیں گے؟"

"جب بے بی آئے گا، تب نام بھی سوچ لیں گے۔" اس نے لا پرواہی سے جواب دیا۔  
ہاناش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب نام بھی تب سوچا جائے گا جب بے بی آئے گا؟ نو مہینے والدین کیا جھک مارتے ہیں۔" اس کے انداز پر حرم ہنس دی۔

"امم۔ یہ کام آپ علین پر چھوڑ دیں۔ وہ ویسے ہی بے بی کو لے کر کافی ایکسٹنڈ ہے۔" اس نے پھر سے اس کی شرٹ پر نقش و نگار بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے"

"ہاں ایک بات پوچھوں؟" چند لمحوں بعد اس کی ہچکچاہٹ سے بھری آواز ابھری۔

www.urdu novelsmania.com

"ہاں پوچھو" ہاناش جو پھر سے موبائل اٹھا چکا تھا، مصروف سے انداز میں بولا۔

"آپ بے بی کے آنے کے بعد بھی علین سے اسی طرح پیار کریں گے جیسے اب کرتے ہیں؟" اس کا سوال سنتے ہاناش کو کرنٹ لگا تھا۔

"کیا مطلب اسی طرح پیار کرونگا؟"

"میرا مطلب سگے اور سوتیلیے والا فرق تو نہیں کریں گے نا؟" ہاناش کا ایک لمحے میں دماغ گھومتا تھا۔

"یہ سگا اور سوتیلا کیا ہوتا ہے حرم؟ اولاد، اولاد ہی ہوتی ہے۔ سیف میرا سوتیلا بھائی ہے۔ کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی ذاتی پر خاش یا نارواں سلوک رکھا ہو؟ اور رہی بات علین کی تو وہ میری بیٹی ہے۔ میرا فخر ہے۔ مائیں اکثر کہتی ہیں کہ اس اولاد سے مجھے الگ ہی لگاؤ ہے کیونکہ اس نے مجھے سب سے پہلے ماں ہونے کا احساس دلایا۔ بالکل اسی طرح اگر میری دس اولادیں بھی ہوں تو بھی علین کا الگ ہی مقام ہوگا کیونکہ اس نے مجھے میرے مکمل ہونے کا احساس دلایا ہے۔" اس کی بات پر جہاں حرم شرمندہ ہوئی تھی، وہیں اس کے وجود میں اطمینان کی لہر سرایت کر گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے بچپن میں میری خواہش تھی کہ میری بھی کوئی بہن ہو۔ لیکن پھر اپنے سارے ارمان میں نے سیف کے سہارے پورے کر لیے۔ بڑا ہوا تو دل میں اس خواہش نے جنم لے لیا کہ میری بھی ایک بیٹی ہوگی جس کی میں ساری ناز برداریاں پوری کرونگا۔

علین میری زندگی میں آئی تو لگا کہ اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ عین جب مجھے بابا کہتی ہے تو لگتا ہے دنیا میں اس سے خوبصورت کوئی آواز ہے ہی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ میں ایک اچھا باپ ہوں یا نہیں لیکن تم دونوں کے میری زندگی میں آنے کے بعد میں خوش قسمت ترین انسان بن گیا ہوں۔ اور اس کے لیے میں تمہارا جتنا شکریہ ادا کر سکوں، کم ہے۔"

اس کے نم، متبسم لہجے کو سنتی وہ سن ہو چکی تھی۔ بھلا کوئی شخص کسی سے اتنا بھی پیار کر سکتا ہے اور وہ بھی تب، جب معاملہ سوتیلی اولاد یا سوتیلی بہن بھائی کا ہو۔ بلاشبہ اس شخص کا دل بہت خوبصورت تھا۔ اس کا حصار اپنے گرد محسوس کرتے ہوئے حرم کا دل اس ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوا تھا جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ بے شک ساری تعریفیں اسی کے لیے تو ہیں۔

\*\*\*\*\*

وہ دونوں ہاتھوں میں ہینڈ بیگز تھامے فوڈ کورٹ میں داخل ہوئی تھیں۔ ولیجہ کے کہنے پر وہ دونوں ایک قدم الگ تھلگ رکھے ٹیبل کی طرف بڑھ گئیں۔ آس پاس والے ٹیبلز تقریباً خالی ہی تھے۔

"حرم ڈرائیور کو کال کر دو تاکہ جب تک ہم یہاں سے فارغ ہوں، وہ ہمیں لینے آچکا ہو۔" ولیجہ نے کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بیگ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ولیجہ مینیو کارڈ اٹھا کر ویسٹر کو آرڈر لکھوانے لگی، جو ان کے ٹیبل پر آچکا تھا۔

حرم نے بیگ چیک کرنے کے بعد سامان کے بیگز بھی کھول کر دیکھ لیے کہ شاید غلطی سے ان میں رکھ دیا ہو لیکن موبائل مل کر ہی نہیں دے رہا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"ولیجہ مجھے لگتا ہے کہ میں موبائل کہیں بھول آئی ہوں۔" وہ بیگ کی پھر سے تلاشی لیتے ہوئے بولی۔

"سہی سے سارے بیگز چیک کر لو۔ انہی میں سے کسی میں ڈال لیا ہوگا۔"



"نہیں ہے۔ میں دیکھ چکی ہوں۔ اس میں میری ضروری ڈاکو مینٹس بھی ہیں۔ اگر موبائل غلطی سے کسی کے ہاتھ لگ گیا تو گرٹ بڑھو جائے گی۔" اسے اب تشویش ہونے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کا سیمیٹکس کی دکان پر ہی رہ گیا کیونکہ میں نے وہیں نکالا تھا۔ میں وہاں دیکھ کر آتی ہوں۔" اچانک یاد آنے پر وہ بولی۔

"میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔" ولیجہ بھی کھڑی ہونے لگی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ویسے بھی تھک چکی ہو۔ میں خود ہی جا کر دیکھ آتی ہوں۔"

"زیادہ دور مت جانا۔ صرف اسی دکان میں چیک کر کے واپس آ جانا۔" ولیجہ نے پیچھے سے ہدایت کی۔

"بے فکر رہو"

فوڈ کورٹ سے نکل کر اب اس کا رخ اسی فلور کے ایک کونے میں لگی لفٹ کی جانب تھا کیونکہ سیڑھیوں سے جاتے ہوئے زیادہ وقت لگ جاتا۔ اس کے وہاں پہنچنے تک لفٹ اسی فلور پر آچکی تھی اور اب اس کا دروازہ کھل رہا تھا۔

جیسے ہی وہ لفٹ میں داخل ہونے لگی، اسی وقت لفٹ سے ایک لڑکی باہر نکلی۔ اسی اثنا میں دونوں کا زبردست تصادم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکی کے ہاتھ میں موجود گلاس سے جو س چھلک کر اس کی سفید قمیض کو داغدار کر گیا۔

"یو ایڈیٹ - تمیز نہیں تم میں ذرا بھی۔ میرا برانڈڈ سوٹ خراب کر دیا۔" لڑکی نے آؤدیکھا نہ تاؤ، اونچی آواز میں واویلا مچا دیا۔ حرم موبائل کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھی اس پر یہ مصیبت۔ اس کا توبی پی ہائی ہو گیا۔

"بات سنیں ذرا۔ لفٹ کھلتے ہی آپ کو فوراً باہر آ جانا چاہئے تھا۔ لیکن آپ تو لفٹ کو اپنے ڈیڈی کی ملکیت سمجھ کر اس میں سوہی گئی تھیں شاید۔ اور آپ کو گلاس ڈھنگ سے پکڑنا چاہئے تھا نا۔ اب اپنے پھوہڑپن پر میرے نام کا ٹیگ مت لگائیں۔" حرم نے بھی بغیر کوئی لگی لپٹی رکھے حساب بے باک کر دیا جو دوسری لڑکی کو آپے سے باہر کر گیا۔

"تم جاہل عورت۔ تم جانتی بھی ہو کہ میں کون ہوں؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے مجھ سے ایسے بات کرنے کی؟ اور اب تم مجھے بتاؤ گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟" کہہ تو وہ حرم کو جاہل رہی تھی لیکن خود کا لہجہ بھی کسی باشعور انسان جیسا نہیں تھا۔

"بتانا پڑتا ہے۔ جب دوسرے تمیز و تہذیب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں تو پھر مجھ جیسے لوگوں کو ہی سبق سکھانا پڑتا ہے۔"

"ہاؤڈیریو" لڑکی نے چلاتے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن اس کو ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ البتہ اس کے رخسار ضرور دھک اٹھے تھے۔

حرم نے اس کا ہاتھ وہیں روک لیا تھا لیکن اپنے ہاتھ کو نہیں روک پائی تھی، جو اٹھا تھا اور مقابل لڑکی کے گال ہر چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

"آئندہ کسی سے بد تمیزی کرتے ہوئے اس تھپڑ کو ضرور یاد رکھنا۔" اگر وہ ادھار رکھ لیتی تو حرم ملک کیسے کہلاتی۔

لڑکی وہیں کھڑی ساکت رہ گئی تھی جبکہ حرم لفٹ میں داخل ہو کر یہ جاوہ جا۔

\*\*\*\*\*

"حرم کہاں رہ گئی تھی تم؟ مجھے تو ہول اٹھنے لگے تھے۔" اس کو دیکھتے ہی ولیجہ پھٹ پڑی تھی۔

"ریلیکس یار۔ ایک نام نہاد تہذیب یافتہ انسان سے ٹکراؤ ہو گیا تھا تو بس اسی کو اپنا تعارف کروا رہی تھی۔" حرم نے پر سکون انداز میں کہتے ہوئے سلس کا گلاس اٹھا کر منہ کو لگا لیا اور ولیجہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ گلاس وال کے قریب کھڑا لان میں کھیلنے بچوں کو دیکھ رہا تھا جو بے فکری سے اپنی دھن میں مگن تھے۔ اسی وقت وہاں کوئی چلا آیا۔

"کیسے ہو ہاناش؟" وہ کاظمی صاحب تھے۔ اس کی پارٹی کے چمیر مین اور اس کے راہبر۔

وہ ان کی طرف مڑا۔ گہرے بھورے رنگ کی جینز جس پر سبز رنگ کا چیک پرنٹ تھا، بالکل اسی طرح کی ویسٹ کوٹ میں، سفید شرٹ کی بازوؤں کو کہنیوں تک موڑے وہ ہمیشہ کی طرح جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا صوفے تک آیا۔ بیٹھ کر انہیں جواب دیا۔

"اللہ کا کرم ہے سر۔ آپ کیسے ہیں؟"

"یہ رونق دیکھ کر تمہیں میرے حال کا اندازہ ہو ہی گیا ہوگا۔" کاظمی صاحب لان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بشاشت سے بولے۔ وہ سر ہلا کر مسکرا دیا۔

"بچے واقعی اللہ کا بہت بڑا انعام ہوتے ہیں۔"

کاظمی صاحب نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

"تم بتاؤ پارٹی کی الجھنوں سے ہٹ کر زندگی کیسی گزر رہی ہے؟" انہوں نے آگے ہو کر ٹیبل سے کافی کا گامگ اٹھایا۔ ساتھ میں اسے بھی کچھ لینے کا اشارہ کیا۔

"ایک پھولوں جیسی بیٹی ہے۔ مجھے دنیا کا خوش قسمت ترین انسان بنانے کے لیے کچھ دنوں تک بیٹا آ رہا ہے۔ بیوی ہر قدم پر ساتھ دیتی ہے۔ زندگی تو قابل رشک ہو گئی ہے سر۔" وہ کافی کے گھونٹ بھرنا متبسم لہجے میں بولا۔

"اب کوئی شکوہ شکایت تو نہیں ہے نا؟" کاظمی نے صاحب مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکوہ تو پہلے بھی نہیں تھا سر۔ ہاں البتہ اب اٹھتے بیٹھتے اس ذات کا شکر ضرور ادا کرتا ہوں جس نے مجھے دنیا میں ہی جنت کے نظارے کروا دیے۔" اس کا رواں رواں اس کی اندرونی حالت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"کرنا بھی چاہئے۔ جب ہم کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہ تو پھر تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمیں روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اب ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں۔" کاظمی صاحب کبابوں سے انصاف کرتے ہوئے بولے۔

"جی بالکل سر۔ اوہ ہاں سر آپ نے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔" اچانک یاد آنے پر وہ بولا۔

"ہاں یہ ختم کرلو۔ پھر بتاتا ہوں" وہ سر ہلا کر پھر سے کافی کے گھونٹ بھرنے لگا۔

\*\*\*\*\*

"حرم میرا جانے کا دل بالکل نہیں کر رہا۔" ہاناش شرٹ کو تہ کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے بیچارگی سے بولا۔ اس کو اچانک کانفرنس کے سلسلے میں اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔

حرم کو ڈاکٹر نے مکمل بیڈریسٹ کا کہا تھا، تو وہ کام نہیں کرتی تھی۔ اسی لیے ہاناش کو اپنی پیکنگ خود کرنی پڑ رہی تھی۔

"اور دل نہ کرنے کی وجہ؟" حرم نے اسٹائیر میمنہ میں رکھتے ہوئے پوچھا حالانکہ وہ وجہ جانتی تھی۔

"یار تم یہاں ہو۔ علین یہاں ہے اور اب تو بے بی بھی آنے والا ہے۔ میں تم لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔"



"ہاں دیکھیں یہاں سیف اور ولیجہ ہیں۔ اللہ نہ کرے اگر کوئی ایمر جنسی ہو بھی گئی تو وہ دونوں مینج کر لیں گے۔ آپ آرام سے اپنا کام مکمل کر کے آجائیں۔" حرم نے اسے رسان سے سمجھایا۔

"لیکن حرم۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن حرم اس کی بات کاٹ کر نرمی سے بولی۔

"جلدی جائیں گے تو جلدی واپس آئیں گے نا۔ اور میری طرف سے تو آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ آپ کا حصار ہر وقت میری حفاظت کے لیے ارد گرد ہی رہتا ہے۔ اب بچوں کی طرح زدمت کریں۔ آپ کے باس نے آپ کو اتنی چھٹیاں دی ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں؟"

www.urdu novelsmania.com

ہانا شمنہ بسور کر رہ گیا۔ پھر خفگی کے اظہار کے طور پر چیزوں کو بیگ میں الٹا سیدھا ٹھونسنے لگا۔ حرم نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔ پھر نفی میں سر ہلا کر موبائل میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کے وسط میں ایک بیڈ تھا جس پر علین محو خواب تھی۔ بیڈ کے عین اوپر دیوار پر ایک پورٹریٹ نگلی ہوئی تھی جس میں علین ہاناش کی گود میں تھی۔ جبکہ حرم اس کے دائیں جانب کھڑی تھی۔ وہ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے اور یہ منظر کیمرا نے یادگار کے طور پر محفوظ کر لیا تھا۔

دوسری دیوار پر کارٹونز کی پکس لگی ہوئی تھیں اور ایک چھوٹا سا بک ریک بھی تھا جس میں علین کی سٹوری بکس رکھی تھیں۔ دروازے کے ساتھ سٹڈی ٹیبل تھا۔ یہ علین کا کمرہ تھا جو ہلکے جامنی اور سفید رنگ کے امتزاج سے سجایا تھا کیونکہ علین کو گلابی رنگ پسند نہیں تھا۔ بقول علین کے، اسے شدید مزید قسم کی لڑکیوں والی چیزیں بالکل نہیں پسند۔

حرم آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ تک آئی۔ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا۔ پھر اس کے سر پر پیار کر کے اور پلینکٹ ٹھیک کر کے واپسی کے لیے مڑ گئی۔ وہ دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اس کا پاؤں سٹڈی ٹیبل کے پائین میں لگا۔

انگوٹھے کا ناخن ٹوٹا تھا تو درد بھی شدید ہوا تھا۔ وہ بے ساختہ اپنا پاؤں پکڑنے کے لیے جھکی۔ لیکن اپنے ابھرے وجود کی وجہ سے وہ زیادہ نہیں جھک سکی۔ البتہ ناقابل برداشت درد کی لہر پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی۔

علین اس کی چیخوں سے ڈر کر اٹھی تو دیکھا کہ وہ دروازے کے پاس زمین پر بیٹھی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے چیخ رہی تھی۔ عین فوراً بیڈ سے اتر کر بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس کو سنبھالتے ہوئے وہ چھوٹی سی بچی خود بھی ندھال ہو چکی تھی۔

اسی وقت ولیجہ کمرے میں آئی۔ حرم کو دیکھ کر ایک لمحے کو تو وہ پتھر اہی گئی۔ لیکن پھر جلدی سے آگے بڑھ کر اسے اٹھانے لگی۔ بمشکل اس کو بیڈ پر بٹھا کر سیف کو کال کرن لگی۔

\*\*\*\*\*

فون کی مسلسل بجتی کھنٹی پر سیف کو بالآخر فون اٹھانا ہی پڑا تھا۔ وہ حرم کو لے کر ولیجہ کے ساتھ ہاسپٹل آیا تھا اور اب ہاسپٹل کی فارمیٹیو پوری کر رہا تھا۔ بچے گھر میں نین کی پاس تھے۔

"تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟" فون کان سے لگاتے ہی اسے ہاناش کی مشتعل آواز سننے کو ملی تھی۔

"مجھے لگا کہ آفس سے کال ہے اسی لیے نہیں اٹھا رہا تھا۔" کیونکہ ابھی میں ہاسپٹل میں ہوں۔"

"حرم کیسی ہے؟" اب کی بار ہاناش کے لہجے میں تشویش تھی۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔ کچھ دیر میں اس کا آپریشن ہونا ہے۔ میں اسی کے فارمز فل کر رہا ہوں۔" سیف پیرز پر دستخط کرتے ہوئے بولا۔ پھر پیرز استقبال پر دے دیے۔ اور مخالفت سمت میں چلنے لگا۔

"آرام سے آنا۔ میں یہاں سب سنبھال لوں گا۔ بے فکر رہو۔ جلد بازی نہ کرنا"

اس نے بے خیالی سے سیف کی نصیحت سنی تھی۔ پھر فون بند کر کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جس کے ساتھ ڈرائیور کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

وہ دھیرے سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ سیاہ بال ایک طرف تکیے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ بھوری آنکھوں پر پہرہ لگا ہوا تھا۔ سرخی مائل لب نیند میں بھی ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ مریضوں کے مخصوص لباس میں وہ پہلے سے کمزور لگ رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس کے چہرے پر عجیب سا سکون چھایا ہوا تھا۔ گندمی رنگت الوہی نور سے چمک رہی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ دروازے کے پاس ہی سٹیل کا جھولار رکھا ہوا تھا جس میں وہ روئی کا گالہ آرام فرما رہا تھا۔ ہاناش نے آگے بڑھ کر اس کو گود میں اٹھالیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو چومتے ہوئے اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔ لیکن وہ ننھی سی جان کہاں اس کی شدتوں کو برداشت کر پاتی۔ فوراً ہی بے بی رونے لگا۔

اس کو روتا دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو وہ بوکھلا ہی گیا۔ حرم بھی شور کی آواز سے جاگ گئی۔ اس کو جاگتا دیکھ کر ہاناش نے پرسکون سانس خارج کی اور حماز کو اس کے حوالے کر دیا۔ ماں کی گود کی گرمائش محسوس کرتے ہی وہ پرسکون ہو کر پھر سے سو گیا۔

urdu  
novels  
mania  
www.urdu novels mania.com

"آپ کب آئے؟" حرم نے استفسار کیا۔

"چند منٹوں پہلے ہی" ہاناش نے حماز کو اس کی گود سے اٹھا کر جھولے میں ڈالا۔ ایک طرف پڑی کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے قریب رکھی۔ پھر اس پر بیٹھ کر حرم کا بایاں ہاتھ تھام لیا جو کینولا سے آزاد تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟" اس کے لہجے میں فکر، توجہ، محبت، خوشچاہت، سبھی رنگ موجود تھے۔ حرم نے آسودگی سے اسے دیکھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے کہنے پر ہاناش کو اپنے اندر سکون پھیلتا محسوس ہوا۔

"یہ آئی وی لائن ہٹا دیں۔ ایک ہی پوزیشن میں رہنے کی وجہ سے ہاتھ اکڑنے لگا ہے۔" حرم نے دایاں ہاتھ اس کے سامنے کیا۔ ڈرپ اب ختم ہو چکی تھی۔

ہاناش نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر انتہائی آرام سے آئی وی لائن نکالی۔ اس کی حد درجہ احتیاط کو دیکھ کر حرم کے لب پھیل گئے۔

"آپ نے آرام کیا یا پھر وہاں بھی مسلسل کام کیا اور پھر فوراً یہاں آ گئے؟" حرم نے انگلی کے پوروں سے اس کے پیشانی پر بجھرے بال ایک سائڈ پر ہٹائے۔

"تمہاری اچانک طبیعت خراب ہونے کا سن کر میں ڈر گیا تھا۔" ہاناش نے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔ حرم چند لمحے اس کو خاموشی سے دیکھے گئی۔

"کیا ہوا؟" اس کے یوں دیکھنے پر ہاناش نے پوچھا۔ حرم نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے آگے ہونے پر خاموشی سے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ چند لمحوں بعد ہاناش جب پیچھے ہوا تو اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"اچھی طرح سے پتا ہے تمہیں کہ مجھے کب اور کیسے پاگل کرنا ہے۔" اس کے کہنے پر حرم نے فخر سے گردن اکڑائی۔ اس کے انداز پر ہاناش ہنس پڑا۔

www.urdu novels mania.com

اسی وقت ولیجہ اور سیفین کمرے میں داخل ہوئے۔ ہاناش اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتا ہوا سیف کی طرف بڑھ گیا۔ ولیجہ سے وہ پہلے ہی مل چکا تھا کیونکہ وہ ہاسپٹل میں حرم کے پاس ہی رکی ہوئی تھی۔



"لوگ تو پہلے سے ہی یہاں تشریف فرما ہیں۔ مبارک ہو میرے بھائی" سیف ہنس کر کہتا ہا ناش سے بغل گیر ہوا۔

"بہت شکریہ"

"ویسے پراسیکیوٹر صاحبہ آپ نے سہی طرح سے میرے بھائی کو اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے۔ ایک ہی کال پر سب کچھ چھوڑ کر بھاگے چلے آئے ہیں موصوف۔" یہ بندہ کبھی اپنی زبان کے جوہر دکھانے سے باز نہیں آسکتا تھا۔ عادت سے مجبور بھئی۔

"آج کے دن میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔" حرم کے مسکراتے لہجے پر سیف نے اسے حیرت سے دیکھا پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ڈرامائی انداز میں بولا۔

"واہ میرے مولا تیری شان۔ یہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوا۔ ایم این اے صاحب بہت مبارک ہو آپ کو۔" اس کے انداز پر سبھی نے تاسف سے دیکھا۔

"ویسے اصل مبارک باد کے حقدار تو تم ہو کیونکہ اس بار تم قدرتی چاچو بنے ہو زبردستی نہیں۔" ہاناش کے ہاتھوں سیف کی اس قدر عزت افزائی پر حرم تو عیش عیش کرا اٹھی۔

"آج بیوی نے زبان پر قفل لگایا ہوا ہے تو تم اس کی جگہ میدان میں اتر آؤ۔ زن مریدی کے تو سارے ریکارڈ توڑ رکھے ہیں تم نے۔" سیف خشمگین لہجے میں بولا۔

"میں اور میری بیوی الگ تھوڑی نہ ہیں۔" ہاناش کے جواب پر سیف کے چہرے کے زاویے جس قدر بگڑے تھے، حرم کی بانچھیں اسی قدر پھیلی تھیں جنہوں نے سیف کو مزید آگ لگادی تھی۔

"تم تو ہو جاؤ خوش میری دشمنِ اول۔"

"ہاں آپ گھر جا کر تھوڑا سا آرام کر لیں۔ کافی تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔" حرم سیف کو نظر انداز کر کے ہاناش سے گویا ہوئی۔

"مگر۔۔۔" ہاناش نے کچھ کہنا چاہا لیکن اب کی باریف نے سنجیدگی سے ٹوک دیا۔

"میں یہاں پر ہوں۔ کوئی کام ہوگا تو میں دیکھ لوں گا۔ تم گھر جا کر تھوڑا آرام کر لو۔" ہاناش نے بے بسی سے حرم کو دیکھا۔ وہ اس کے پاس ابھی کچھ دیر ٹھہرنا چاہتا تھا۔ خوشی ہی اتنی تھی کہ ان دونوں کو دیکھے بغیر دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ حرم نے پلکیں جھپکا کر اسے دیکھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں گھر جا رہا ہوں لیکن اگر کوئی کام ہو تو مجھے فوراً کال کر دینا۔" چاروناچار اسے ماننا ہی پڑا۔ سیف نے سر ہلا دیا۔

ہاناش چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔ جھک کر حرم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر حماز کے پاس گیا۔ چند لمحے اسے دیکھا پھر باہر چلا گیا۔ حرم نے گہرا سانس لے کر آسودگی سے آنکھیں موند لیں۔

\*\*\*\*\*

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر علین اور حماز پر پڑی تھی جو صوفے پر بیٹھے تھے۔ سامنے پڑے ٹیبل پر جوس کے گلاس اور فرانز کی پلیٹ رکھی تھی جبکہ وہ دونوں ایکس باکس پر گیم کھیلنے میں مصروف تھے۔ علین کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی، فوراً ریوٹ کنٹرول ابراہیم کی طرف اچھال کر بابا کا شور مچاتی ہوئی اس کے پاس دوڑی چلی آئی۔ اس نے مسکراتے چہرے کے ساتھ جھک کر علین کو گود میں اٹھایا۔ وہ اس کے گلے میں بازو ڈال کر چمکتی ہوئی نئے آنے والے بے بی کے بارے میں بتانے لگی۔

ابھی وہ علین اور ابراہیم سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے علین کو گود سے اتار کر صوفے پر بٹھایا۔ پھر جیب سے فون نکال کال ایڈنڈ کر کے کرکان کو لگایا۔

"کونسی فائل؟" دوسری جانب سے کچھ کہا گیا تھا جس کے جواب میں وہ تحیر سے بولا۔

"اوہ اچھا۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں آپ کو پھر فائل کا نمبر اور کاغذات دیکھ کر کال کرتا ہوں۔"

کال کاٹ کروہ سیڑھیاں عبور کرتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ الماری، بیڈ کے سائڈ والے دراز غرض پورا کمرہ چھان مارا کہ فائل مل ہی نہیں رہی تھی۔ اسے اب تشویش ہونے لگی۔ کچھ یاد آنے پر وہ کمرے سے ملحقہ سٹڈی روم میں داخل ہو کر تیزی سے ایک بک ریک کی طرف بڑھا۔ چند لمحوں بعد وہ فون پر کسی کو کچھ کہہ رہا تھا۔

فون بند کر کے وہ پرسکون سانس خارج کرتا ہوا فائل کو واپس رکھنے کے لیے اسی بک ریک کی طرف آیا۔ فائل کو اس کی جگہ پر ترتیب سے رکھتے ہوئے وہ چونک کر اس ڈبے کی جانب متوجہ ہوا جو بک ریک کے سائڈ پر پڑا تھا۔ وہ ڈبے کو اٹھا کر ٹیبل تک چلتا ہوا آیا۔

ڈبے میں ایک ہی سائز اور شکل کی بھوری جلد والی کئی ڈائریاں پڑی تھیں۔ ان ڈائیروں کو دیکھتے ہوئے ایک گہری مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔ تمام ڈائیروں کو کھول کر دیکھتا ہوا وہ اس ڈائری پر رک گیا جس کے چند ایک کے علاوہ تمام صفحات خالی تھے۔ اس نے متبسم نظروں کے ساتھ پین اٹھایا اور راکنگ چیمپر پر بیٹھ کر ڈائری پر جھک گیا۔

"السلام علیکم ڈائری! کیسی ہو؟ میں تو بہت خوش ہوں۔ میں آج پھر سے باپ بن گیا ہوں۔ دس سال پہلے تک میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری زندگی میں ایسا بھی لمحہ آئے گا جب میرے چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ہجر کا ملن اتنا خوبصورت ہوگا۔ مجھے میرے صبر کا اتنا خوبصورت اور راحت افزا انعام ملا ہے کہ میرا رواں رواں اس ذاتِ باری تعالیٰ کا شکر گزار ہے۔ وہ جس کا ساتھ میں نے صرف اپنے خوابوں اور خیالوں میں سوچا تھا، آج وہ ایک بہترین شریک حیات کی صورت میں میری زندگی میں موجود ہے۔"

"ایک وقت تھا جب اسے میری ذات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ پھر اسے مجھ سے شدید نفرت ہو گئی۔ میں جب اس کی آنکھوں میں اپنے لیے بدگمانیاں اور نفرت دیکھتا تھا تو میرا دل بند ہونے لگتا تھا۔" چند لمحوں کے لیے اس کا ہاتھ رکا۔ ذہن کے پردے پر گزرے سالوں کے تمام دردناک لمحے تازہ ہونے لگے۔

لیکن آج اسے ان تمام لمحوں کو سوچ کر تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ آج اسے وہ درد بھی راحت افزا لگ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظروں کے سامنے ہاسپٹل کا منظر گھوم گیا۔ بیڈ کے

ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی حرم جو کافی نقاہت زدہ لگ رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک الوہی سی چمک تھی۔ اور اس کی گود میں لیٹا وہ روئی کے گالے کی طرح نرم و نازک سا وجود۔ وہ سرشاری کی سی کیفیت میں دوبارہ ڈائری پر جھکا۔

"لیکن اب وہ مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔ بے تحاشہ محبت۔ میں اس کی سوچوں کا محور رہنے لگا ہوں۔ اس کا ہنسنا، رونا، منانا، روٹھنا سب کچھ میرے لیے ہوتا ہے۔ اس نے میری ہر تکلیف پر مرہم رکھا۔ میری راہ میں آنے والے ہر کانٹے کو نکالا۔ مجھے دو پھولوں جیسی اولادیں دی ہیں۔ میں اس کا اسیر ہو چکا ہوں۔"

سٹڈی روم کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے اس پار علین کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک موبائل بھی تھا۔ ہاناش نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا اور ایک دفعہ پھر اس کا ہاتھ ڈائری کے صفحات پر سیاہی پھیلانے لگا۔

"ڈیئر ڈائری اب میں شاید تم سے کبھی بات نہ کر سکوں کیونکہ اب وہ میری ہمارا، ہمسفر، ہم ساز ہے۔ شاید میں وقت کی بھنور میں پھنس کر تمہیں بھول جاؤں لیکن تم مجھے یاد رکھنا اور

اپنا خیال رکھنا۔ اب مجھے جانا ہے۔ خدا حافظ " اس نے چند لمحے ڈائری کے صفحات پر بکھری سیاہی کو دیکھا پھر گہرا سانس لے کر اس ڈائری کو بھی باقیوں کے ساتھ اسی ڈبے میں رکھ دیا۔

"بابا ماما کی کال ہے۔" علین نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے مسکرا کر علین کے ہاتھ سے موبائل لیا اور اس کے بال بکھیرتا ہوا حرم سے بات کرنے لگا۔

\*\*\*\*\*

حال :

ڈائری کے خالی صفحات نے جیسے کسی سحر کو توڑا تھا۔ لیکن آنکھوں میں موتی اور چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ لیے وہ ابھی تک اسی سحر کے زیر اثر تھی۔

چند لمحے ساکت بیٹھے رہنے کے بعد اس نے گہرا سانس لے کر اس ڈائری کو بھی باقیوں کے ساتھ ہی ڈبے میں رکھ دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی کھڑکی کے پاس آکھڑی ہوئی جہاں سے آسمان بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔



سیاہ آسمان پر وہ دو تارے آج بھی ویسے ہی چمک رہے تھے جیسے کہ دس دن پہلے۔ جیسے وہ اس کو سید لاج میں دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔

"دیکھیں ماما بابا میں واپس آگئی ہوں۔ میں اب سیف چاچو سے ناراض نہیں ہوں۔ آپ دونوں میرے پاس نہیں ہیں لیکن میرے پاس آپ کی چیزیں ہیں، آپ کی یادیں ہیں۔ میں آج تک آپ دونوں کی زندگیوں سے ناواقف تھی۔ ناشناس تھی ان تمام تکالیف سے جو آپ دونوں نے سہیں۔ شاید میں اب تک ایک بے مقصد زندگی گزار رہی تھی۔ سب کچھ پانے کی چاہ میں، میں خود کو کھونے لگی تھی۔ لیکن اب سے میں ایک بامقصد زندگی گزاروں گی۔ میں حرم ملک کی طرح ظالم سے لڑ جاؤں گی۔ میں ہاناش شاہ کی طرح ثابت قدم رہوں گی۔ میں ثابت کر کے دکھاؤں گی کہ میں آپ دونوں کی اولاد ہوں۔" خود سے ہم کلام ہوتے ہوئے اس نے دیکھا تھا کہ آسمان کے وسط میں موجود ستاروں کی چمک میں اضافہ ہوا تھا۔ لیکن پھر اچانک ہی ان میں جلتے دیے بجھ گئے۔ ان کی چمک معدوم ہو گئی۔ اس نے بھاری دل کے ساتھ ایک آخری نظر ان پر ڈالی۔ پھر کھڑکی کے پٹ بند کر دیے۔

\*\*\*\*\*

وہ گلاس وال کے قریب کھڑا تھا۔ دائیں ہاتھ میں سگار پکڑی تھی، جس کے وہ گہرے کش لے کر دھوئیں کے مرغولے فضا میں آزاد کر رہا تھا۔ گہری سیاہ آنکھوں میں سرد مہری کے ساتھ ساتھ غرور بھی ہلکورے کھا رہا تھا۔ اپنی تمام کامیابیوں کا غرور، ہر اس چیز کا غرور جو اس نے دوسروں کے منہ سے چھین کر حاصل کی تھی۔ اسی وقت دروازہ کھول کر کوئی داخل ہوا۔ اس نے سگار کا گہرا کش لیا۔ پھر اسے پاس پڑے ٹیبل پر رکھی ایش ٹرے میں مسل کر مڑا۔ اس کا سیکرٹری صارم ہاتھ باندھے ایک سائنڈ پر کھڑا تھا لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

"کیا ہوا صارم تیرا منہ کیوں سو جا ہوا ہے؟ کہیں بیوی سے مار تو نہیں کھا کر آیا؟" اس نے اپنی بات ہر خود ہی بے ہنگم سا قہقہہ لگایا۔

"منہ تو اب تمہارا سو جے گا، جب تمہیں اپنے سر پر منڈلاقی موت نظر آئے گی۔" صارم نے دل میں نفرت سے سوچا۔ لیکن جب بولا تو اس کا لہجے میں ڈر کا انصر نمایاں تھا۔

"باس ایک گرٹ بڑھو گئی ہے۔"

"اب کونسا چاند چڑھا کر آیا ہے؟" قریشی بیزاری سے کہتا وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"باس وہ ہاناش شاہ ہے نا۔ اس نے پھر سے آپ پر کیس کروادیا ہے۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"اب اس کو کیا مصیبت ہے؟ نہ سکون سے خود رہتا ہے اور نہ دوسروں کو رہنے دیتا ہے۔" قریشی غصے سے دھاڑا۔

www.urdu novels mania.com

"باس وہ جو ہوٹل والا لڑکا تھا، جسے ہیکنگ آتی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ وہ آپ کے لیے کام کرے لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔ پھر آپ نے غصے میں اسے مروادیا تھا۔ اس لڑکے کے ماں باپ نے ایم این اے سے رابطہ کیا ہے۔ اور اب وہ ایم این اے ان کا پورا ساتھ دے رہا ہے۔" صارم کو پوری تفصیل بتانی پڑی تھی کیونکہ قریشی آئے دن کسی

نہ کسی کے خون سے اپنا اعمال نامہ لکھتا رہتا تھا، تو اسے ایسے کام اب یاد ہی نہیں رہتے تھے۔

"ان دونوں کی یہ مجال کہ وہ جبران قریشی سے پنگالیں گے۔ ذرا ان کو میری سلامی تو پیش کر کے آؤ میری طرف سے۔"

"باس وہ ہا ناش شاہ کی پناہ میں ہیں۔ وہ انہیں پوری طرح پروٹیکٹ کر رہا ہے اور کیس کو اس کی بیوی دیکھ رہی ہے۔ اس ایم این اے نے بھرپور پلاننگ کے ساتھ میدان میں قدم رکھا ہے۔ اب ہم عدالت کے ذریعے ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ اس ایم این اے پر ہمارا کوئی زور نہیں چلے گا۔" قریشی نے سائڈ ٹیبل پر پڑاواز اٹھا کر طیش سے دیوار میں مارا۔ اس ایم این اے کا وجود اس کے لیے ناسور بنتا جا رہا تھا۔

"بس اب بہت ہو چکا۔ میرے وکیل کو بلاؤ فوراً۔ اب اس ایم این اے سے نبیٹا ہی پڑے گا۔" اس کا ذہن تیزی سے تانے بانے بن رہا تھا۔ اچانک اس کے لب مکروہ

مسکراہٹ میں ڈھلے۔ اب اسے خاموشی سے ہاناش کے اگلے کارڈ کا انتظار کرنا تھا تاکہ وہ آگے کا لائحہ عمل طے کر سکے۔

\*\*\*\*\*

وہ پسینے میں شرابور مسلسل ٹریڈ میل پر بھاگ رہا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر اس کا سیکرٹری اور رائٹ ہینڈ اسد کھڑا موبائل میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ موبائل کی بیل بجنے پر اس نے ٹریڈ میل کی رفتار کم کرتے ہوئے اسد کو موبائل پکڑ آنے کا اشارہ کیا۔

"سر قریشی کی کال ہے۔" اسد نے اس کی طرف موبائل بڑھاتے ہوئے حیرت و پریشانی سے مطلع کیا۔

"السلام علیکم قریشی صاحب، کیسے ہیں؟" اسد کو تولیہ کا اشارہ کرتے ہوئے موبائل کو کیسے لگا کر ٹریڈ میل سے نیچے اتر آیا۔

"وعلیکم اسلام، ہم تو بہترین ہے بھئی۔ تمہیں پتا ہے تمہاری یہ عادت مجھے اچھی لگتی ہے کہ تم دشمن پر بھی سلامتی بھیجتے ہو۔" سپیکر میں سے قریشی کی محظوظ سی آواز ابھری۔

"فرہ نوازی ہے آپ کی کہ آپ کو اس ناچیز کی کسی بات نے متاثر کیا ہے۔ خیر مدعے کی بات پر آئیں آج آپ کو اچانک اس خاکستر کی یاد کیسے آگئی؟" موبائل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اب اس کا رخ سید لاج کے لان کی طرف تھا۔

"اہاں۔ خوب یاد دلایا۔ ایک عرض کرنی تھی تم سے۔ اپنی بیوی سے کہو کہ میرے معاملات میں دخل اندازی مت کرے۔ وہ کیا ہے نہ آجکل کہ دور کو تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔" قریشی کے زومعنی لہجے پر ہاناش کی گرفت فون پر مضبوط ہوئی تھی۔ جبرٹھے سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

"ویسے میں نے چند دن پہلے تمہاری بیٹی دیکھی تھی۔ بہت ہی خوبصورت ہے۔" قریشی کی بکواس اب بھی جاری تھی۔ ہاناش سے ضبط کرنا انتہائی مشکل ہو گیا تھا۔

"ویسے ایک عدد بیٹی تو تمہاری بھی ہے۔" اس کے طنزیہ لہجے میں کہنے پر قریشی کا بے ہنگم سا قہقہہ سپیکر کے آر پار ہوا تھا۔

"تم میری فیملی کو نقصان پہنچا ہی نہیں سکتے۔۔۔ جانتے ہو کیوں؟ کفار نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کا ظلم ڈھایا تھا۔ ان کو تکلیف پہنچانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن وہی کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور نیک نیتی پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔ اور کفار کے ظلم کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی بددعا یا نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ ایک نیک اور ایماندار شخص کی نشانی تھی۔ بالکل اسی طرح تم بھی کسی کو جوابی کارروائی کے طور پر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور کسی مظلوم کو تو بالکل بھی نہیں کیونکہ تم ایک بہترین امتی اور انسان ہوں۔"

www.urdu novels mania.com

"تو تم مانتے ہو کہ تم بھی کفار کی طرح ظالم اور انسانیت سے گرے ہوئے شخص ہو؟" ہاناش نے تمسخر سے پوچھا۔

"کفار بھی جانتے تھے کہ وہ غلط ہیں لیکن یہ جوانا اور غرور ہوتا ہے نایہ انسان کو جھکنے نہیں دیتا۔"

"تو پھر میں دعا کرونگا کہ تم سے یہ انا اور غرور چھن جائے۔"

"دعا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی تھی لیکن کفار نے باز آنا تھا اور نہ ہی وہ باز آئے۔" قریشی کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

"ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ نہ میں حق سے پیچھے ہٹوں گا اور نہ ہی میری بیوی۔ چاہے تم ایڑھی چوٹی کا زور ہی کیوں نہ لگا لو۔ خدا حافظ۔" درشتی سے کہتے ہوئے اس نے موبائل فون سے ہٹا کر ٹیبل پر پٹھا اور دو انگلیوں سے کنپٹی کو سہلانے لگا۔

\*\*\*\*\*



گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ کر اس نے آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ بیڈ پر بیٹھی حرم نے خاموشی سے اس کو دیکھا پھر اپنے سامنے بکھری کتابوں کو۔ گود میں رکھی کتاب کو سائڈ پر رکھ کر اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ وہ اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ ہاناش نے اس کی موجودگی محسوس کر کے خاموشی سے سر اس کی گود میں رکھا اور ٹانگیں سیدھی کر کے صوفے پر لیٹ گیا۔

"ہاناش" اس کے بالوں میں اپنی مخروطی انگلیاں چلاتے ہوئے حرم آہستہ سے بولی۔

"ہوں"

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" ہاناش نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

"نہیں تو۔ کیوں کیا ہوا؟"

"کچھ دنوں سے پریشان لگ رہے ہیں۔ اور آپ کو پریشان دیکھ کر مجھے بے چینی ہو رہی ہے۔" اب کی بار ہاناش نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ کچھ عرصے میں کتنا بدل گئی تھی وہ۔ یا شاید حرم نے اس کے لیے خود کو بدل لیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو وہ اس سے نفرت کرتی تھی اور اب ہاناش کو لگتا تھا کہ سب سب سے زیادہ محبت اس سے حرم ہی کرتی ہے۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میں پریشان ہوں؟" ہاناش نے اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھ کر پوچھا۔

"کیونکہ اب میں آپ کی ایک ایک جنبش کا مطلب سمجھنے لگی ہوں۔"

www.urdu novelsmania.com

"ابنہنہ۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" ہاناش نے کہتے ہوئے پھر سے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ چند لمحوں تک وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی۔ اپنے چہرے پر نظروں کی تپش محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول کر حرم کو دیکھا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟"

"ہا ناش شادی کا مطلب پتا ہے آپ کو؟ شادی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ایک شخص بالکل خوش رہے اور دوسرا اس کے حصے کی تکلیف بھی خود لے لے۔ اگر آپ مجھ سے اپنی پریشانی شیمہ نہیں کر سکتے تو پھر مجھ سے اپنی خوشیاں اور کامیابیاں بھی شیمہ نہ کیا کریں۔" اس کے سنجیدگی اور خفگی سے کہنے پر ہا ناش پھر سے مسکرا دیا۔

"یارو ہی فون کا لزجو ہمیشہ موصول ہوتی ہیں۔"

"قریشی تنگ کر رہا ہے کیس کے معاملے میں؟" ہا ناش نے سر ہلادیا۔

www.urdu novels mania.com

"کیا کہہ رہا ہے؟" اب کی بار وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے اس کی دھمکیوں سے پہلے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور اب بھی نہیں پڑ رہا۔ لیکن حرم وہ مجھے صرف خالی دھمکیاں نہیں دیتا رہا ہے بلکہ اس نے بہت بار میرا چھوٹا بڑا نقصان بھی

کیا ہے۔ پریشانی مجھے اس بات کی ہو رہی ہے کہ اس نے اس بار علین کا اور تمہارا نام لیا ہے۔"

"ہاناں موت تو برحق ہے نا۔ وہ تو اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گی اور اگر اللہ نہ چاہے تو کوئی کیسے کسی کے ساتھ اچھا یا برا کر سکتا ہے۔" حرم نے نرمی سے بولنا شروع کیا۔

"ہاناں قسمت میں جو ہونا لکھا ہے وہ ہر حال میں ہو کر رہے گا۔ اگر آپ نے کسی مظلوم کو اس کا حق دلانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اب ہماری وجہ سے اپنے فیصلے سے پیچھے مت ہٹیں گا۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔"

"بہت شکریہ" ہاناں نے مسکراتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔

www.urdu novels mania.com

"علین اور حماز کہاں ہیں؟"

"علین ابراہیم کے ساتھ نیچے کھیل رہی ہے اور حماز اپنی چھوٹی ماما کے پاس ہے۔ اسی لیے تو میں اتنی پرسکون ہوں۔ ورنہ آپ کی یہ نیک اولاد مجھے چند لمحے بھی آرام سے کام نہ

کرنے دے۔ "اس کے خنکی سے کہنے پر ہاناش نے اپنی مسکراہٹ چھپانے میں ہی عافیت جانی تھی۔

\*\*\*\*\*

کمرہ عدالت میں اس وقت دونوں پارٹیوں کے وکلاء موجود تھے۔ ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں۔ ہر کوئی آج کی پیشی کے بارے میں متحس تھا۔ دائیں قطار کی سب سے پہلی کرسی پر حرم بیٹھی تھی۔ معمول کے مطابق وہ پراسیکیوٹرز کے سیاہ گاؤن میں ملبوس تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر وکٹم کا باپ نذیر حسین بیٹھا تھا جبکہ بائیں قطار کے شروع میں جبران قریشی اور اس کا وکیل احمد شمسی بیٹھا تھا۔ جج صاحب اپنے گارڈز کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔ سب ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ تلاوت قرآن کے بعد کارروائی کا آغاز ہوا۔

حرم اٹھ کر سامنے آئی اور سنجیدگی سے بولنا شروع کیا۔

"یور آنروکٹم غیر معمولی ذہانت اور صلاحیتوں کا مالک تھا۔ کمپیوٹر پروگرامنگ اور کیلکولیٹرز میں ماہر۔ اور اس بات کا ثبوت یہ رہا۔ یور آنریہ ایک آن لائن نیشنل لیول کی اکیڈمی کا سرٹیفکیٹ ہے جس کے ایک پروگرامنگ کمپیٹیشن میں وکٹم نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس کی اسی غیر معمولی قابلیت کو معروف سیاستدان جبران قریشی نے جب اپنے کالے کاموں کے لیے استعمال کرنا چاہا تو وکٹم نے صاف انکار کر دیا۔ جبران قریشی کی طرف سے وکٹم کو دھمکیاں ملنے لگیں لیکن وہ پھر بھی اپنے جواب پر قائم رہا۔" اس نے ہلکا سا توقف کیا۔ پھر دوبارہ بولنا شروع ہوئی۔

"دھمکیاں جب حقیقت میں بدلنے لگیں تو اس نے جبران قریشی کے آفس کے سسٹم کو ہیک کر کے اس کے خلاف ثبوت اکٹھے کیے اور انہیں لے کر پولیس اسٹیشن چل دیا۔ بہت افسوس کے ساتھ یور آنر آج قانون کے کچھ نام نہاد رکھوالے ہی اس کی دھچیاں بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ جب وکٹم نے پولیس اسٹیشن میں جا کر ایف آئی آر درج کروانی چاہی تو ایف آئی آر درج نہ ہو سکی لیکن جبران قریشی صاحب کو مخبری ہو گئی۔ اور اس مخبری کا نتیجہ وکٹم کے قتل کی صورت میں نکلا۔" حرم نے کہتے ہوئے ایک لفاظہ جج کے اسٹنٹ کی طرف بڑھایا جبے اس نے پکڑ کر جج کی ٹیبل پر رکھ دیا۔

"ام بیجکشن یور آنر" قریشی کا وکیل احمد شمسی ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ جج نے اسے آگے بولنے کا اشارہ کیا۔

"یور آنر پراسیکیوٹر صاحبہ نے ابھی جس کمپنی کا ذکر کیا، اس کمپنی پر 2018ء میں ایک سیکیورٹی کمپنی کی طرف سے سینسیٹو انفارمیشن کی ہیکنگ کا کیس ہوا تھا۔ عدالت ایک ایسی کمپنی کی دستاویز کو کیسے قبول کر سکتی ہے جس کی کریڈیٹیلٹی ہی مشکوک ہو؟"

حرم نے شمسی کو کینہ طوز نظروں سے دیکھا پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"شمسی صاحب 2013ء میں جبران قریشی صاحب پر سمگلنگ کا کیس ہوا تھا۔ 2015ء میں ان کے خلاف قتل کے تین مقدمے درج ہوئے تھے۔ 2018ء اور 2020ء میں قریشی صاحب پر کرپشن، ہیومن آرگن سمگلنگ اور قتل کے کیسز ہوئے تھے۔ کرڈ بیلیٹی تو پھر ان کی بھی مشکوک ہوئی۔ تو کیا عدالت ان کی طرف سے پیش کیے جانے والے ثبوتوں اور گواہوں کو تسلیم نہ کرے؟"

"پراسیکیوٹر صاحبہ سوچ سمجھ کر بولیے۔ آپ جانتی بھی ہیں کہ آپ کس کے خلاف اتنے دھڑلے سے بکواس کر رہی ہیں۔۔۔۔۔" شمسی مشتعل ہو کر چیخا۔ لیکن اس کی آواز کونج صاحب کی بارعب اور غصیلی آواز نے دبا دیا۔

"شمسی صاحب آپ بھول رہے ہیں تو میں آپ کو یاد دلوا دوں کہ آپ اس وقت عدالت میں موجود ہیں، اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں نہیں اور آپ کے سامنے قاضی وقت بیٹھا ہے آپ کا جگرمی یار نہیں جو آپ چیخ رہے ہیں۔ عدالت کا احترام نہیں کر سکتے تو آئندہ عدالت کا رخ مت کیجیے گا۔ اور عدالت جانتی ہے کہ کس ثبوت کو سچ ماننا ہے اور کس کو جھوٹ۔ اس لیے آپ کو اس چیز کے لیے ہلکان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

www.urdu novelsmania.com

"معافی چاہتا ہوں یور آنر" احمد شمسی کا سار طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔



"یور آنر عدالت کے ساتھ غلط بیانی کی کیا سزا ہے، میں بخوبی جانتی ہوں۔ اگر عدالت چاہے تو کسی بھی سوٹ ٹیک کمپنی سے اس سرٹیفیکیٹ کی تصدیق کروا سکتی ہے۔" حرم سنجیدگی سے کہہ کر اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گئی۔

اسی وقت کوئی کمرہ عدالت میں داخل ہوا۔ شمسی نے مڑ کر دیکھا تو چونکا۔ جج نے اسے منتظر نظروں سے دیکھا جیسے اس کے بولنے کا انتظار کر رہے ہوں۔

"یور آنر کیا مجھے دو منٹ مل سکتے ہیں؟" اس کے کہنے پر جج نے سر ہلایا۔ وہ اٹھ کر آنے والے آدمی کے پاس گیا۔ چند جملوں اور ایک لفافے کے تبادلے کے بعد وہ ہلکا سا مسکراتا ہوا واپس آیا۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر حرم چونکی۔

www.urdu novels mania.com

"یور آنر میرے پاس ایللی بانی موجود ہے جو یہ گواہی دینے کے لیے تیار ہے کہ حادثے کے دن میرے کلائنٹ جبران قریشی صاحب اس کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے۔ اس کے بعد وہ اسی ایللی بانی کے ساتھ ایک دو جگہ دیکھنے گئے تھے۔ وہ ایللی بانی آج ہی آجاتا

لیکن اچانک اس کی بیوی کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ جس کی وجہ سے وہ نہ آسکا۔ اگر عدالت اگلی پیشی تک کی مہلت دے دے تو مہربانی ہوگی۔"

"ام بیجکشن یور آئر" حرم پریشانی سے کھڑی ہوئی۔ جج نے اسے بولنے کا اشارہ دیا۔

"یور آئر یہ ایللی بانی پہلے عدالت کیوں نہیں آیا؟ اب جبکہ کیس اپنے آخری مراحل میں ہے تو انہیں یاد آگیا کہ ان کے پاس ایللی بانی بھی موجود ہے۔"

"پراسیکیوٹر صاحبہ آپ شاید بھول رہی ہیں کہ ملزم کے پاس آخری لمحے تک وقت ہوتا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کر سکے۔" شمس چڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

www.urdu novelsmania.com

"ام بیجکشن اوور رولڈ" حرم مایوسی سے واپس بیٹھ گئی۔ اسے کچھ اچھی وائسز نہیں آرہی تھیں۔

"یہ عدالت اس کیس کی کارروائی کو اگلی پیشی تک ملتوی کرتی ہے۔ اس مہینے کی بائیس تاریخ کو اگلی پیشی ہوگی۔ آڈر آڈر" اس کے ساتھ ہی ہیمز لکڑی کی پلیٹ سے ٹکرایا اور سیٹونے ان الفاظ کو محفوظ کر لیا۔

\*\*\*\*\*

ہاناش رانگ چیمپر پر بیٹھا خاموشی سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا جو پریشانی سے سڈمی روم میں مسلسل چکر کاٹ رہی تھی۔

"حرم بیٹھ جاؤ۔ تھک جاؤ گی" بالآخر اسے بولنا ہی پڑا۔

www.urdu novels mania.com

"ہاناش مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔ پچھلی پیشی تک تو اس ایل بی بانی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اب اچانک کہاں سے نمودار ہو گیا؟"

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے ناکہ انہوں نے اس ایل بی بانی کو آخری پیشی کے لیے بچا کر رکھا ہو۔"

"میری چھٹی حس مسلسل کہہ رہی ہے کہ کچھ نہ کچھ تو غلط ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے جھوٹا ایللی بانی تیار کر لیا ہو۔ ان سے اچھائی کی امید کی ہی نہیں جاسکتی۔" اپنے الفاظ پر وہ خود ہی چونکی۔

"بالکل یہی بات ہے۔ لیکن ہاناش اگر اس ایللی بانی نے جھوٹی گواہی دے دی تو ہم کیس ہار جائیں گے۔ ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔" اب کی بار اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا۔ ہاناش نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس کو ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔ پھر خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"تم خود ہی تو کہتی ہو کہ جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔ میرے یا تمہارے پریشان ہونے سے قسمت کا لکھا بدل تو نہیں جائے گا۔ اور اگر انہوں نے ایللی بانی سے جھوٹی گواہی دلوا کر کیس جیت بھی لیا تو ہم ہائی کورٹ میں اپیل کر دیں گے۔ آخر کب تک وہ لوگ جھوٹے گواہ اور ثبوت پیش کرتے رہیں گے" ہاناش کے تسلی بخش لہجے پر اسے تھوڑی دھارس ملی۔

وہ دونوں چونک کر دروازے کی جانب متوجہ ہوئے جہاں چھ سالہ علین منہ پھلانے کھڑی دستک دے رہی تھی۔ ہاناش مسکراتا ہوا اٹھا اور اس کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ اسی طرح منہ پھلانے سڑی روم میں داخل ہوئی اور ناراضگی کے اظہار کے طور پر صوفے سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی، جہاں حرم بیٹھی تھی۔

"میری پرنس کا موڈ کیوں آف ہے؟" ہاناش نے مسکراہٹ دبا کر اسے گود میں اٹھایا۔ پھر رانگ چیر پر بیٹھ گیا۔ علین اس کی گود میں ہی تھی۔

"بابا آپ آخری بار ہمارے ساتھ کب آؤنگ پر گئے تھے؟" علین کے سنجیدگی سے پوچھنے پر اس نے کان کی لو کھجائی۔

www.urdu novels mania.com

"دیکھا۔ آپ کو یاد نہیں ہے۔ آخری بار ہم ایک مہینہ پہلے پکنگ پر گئے تھے۔" علین غصے اور ناراضگی سے کہتی اس کی گود سے اترنے لگی۔ لیکن ہاناش نے اسے دوبارہ بٹھالیا۔

"سوری بیٹا۔ بابا آج کل کام میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن آپ کل شام کو تیار رہنا۔ ہم سب کل لازمی چلیں گے آؤنگ پر۔"

"لیکن ہانا ش۔۔۔۔۔" حرم کچھ کہنے لگی کہ ہانا ش نے اسے اشارتاً روک دیا۔

"اٹس اوکے حرم۔ چند گھنٹوں کی بات ہے۔ واپس آ کر کیس کی تیاری کر لینا" اس کے نرمی سے کہنے پر حرم مزید کچھ نہیں بول سکی تھی۔

\*\*\*\*\*

اس نے ایک نظر خود کو شیشے میں دیکھا۔ پھر بیڈ پر پڑی شال اٹھا کر اچھی طرح اپنے گرد لپیٹی۔ اب اس کا رخ کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی جانب تھا۔ سیڑھیوں سے لاؤنج کا منظر بالکل واضح تھا۔ ایک سالہ حماز کا رپٹ پر کھلونے بکھیرے بیٹھا تھا۔ مہمل جو اس سے ایک ماہ ہی بڑی تھی، اس سے کھلونے چھین چھین کر اپنے پاس رکھے جا رہی تھی۔ حماز منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکالتا غالباً اس سے لڑائی کر رہا تھا۔ ولیجر پاس ہی صوفے پر بیٹھی

میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ وقتاً فوقتاً ان پر بھی نظر ڈال لیتی۔ حرم چلتی ہوئی اسی طرف آگئی۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ کہاں کہاں سے حسن پھوٹ رہا ہے۔" ولیجہ اس کو دیکھ کر میگزین سائڈ پر رکھتے ہوئے شریر لہجے میں بولی۔ حرم اس کی بات پر چھینپ گئی۔ پھر مصنوعی گھورتے ہوئے بولی۔

"شرم کرلو۔ اب میری ایسے جملے سننے کی عمر رہ گئی ہے کیا"

"اف حرم۔ جن کی اولادیں چھبیس سال کی ہوتی ہیں، وہ بھی خود کو بننا سنوار کر رکھتی ہیں۔ اور تمہاری تو صرف چھ سال کی بیٹی ہے لیکن تم نے ابھی سے خود پر بڑھا پاتاری کیا ہوا ہے" ولیجہ نے اس کو گھرکا۔

"میرے پاس ایسے چونچلوں کے لیے بالکل وقت نہیں ہے۔" اس کے بے نیازی سے کہنے پر ولیجہ نے اسے تاسف سے دیکھا۔

"افن حماز کو تو میں تیار کرنا ہی بھول گئی۔" حماز کو دیکھتے ہی اسے نئی پریشانی نے آن گھیرا۔

"اس کو یہیں چھوڑ جاؤ۔ تم لوگوں کو سہی سے انجوائے بھی نہیں کرنے دے گا۔"

"لیکن یہ یہاں تمہیں تنگ کرے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اسے سنبھال لوں گی۔ ویسے بھی اس کی اپنی چھوٹی ماسے کافی دوستی ہے۔" ولیجہ کے تسلی بخش لہجے پر وہ گہرا سانس لیتی علین کی طرف متوجہ ہوئی، اسی طرف آرہی تھی۔ سیاہ رنگ کے فرائ میں، بالوں کو ہیرے بینڈ میں جکڑے وہ پیاری لگ رہی تھی۔

"مما بابا بلا رہے ہیں" علین نے اطلاع دی۔



"ولیمہ آریو شیور کہ تم اسے سنبھال لوگی؟ اس کی اور مہمل کی بنتی بھی تو نہیں ہے۔" اس نے جاتے جاتے رک کر بھر سے استفسار کیا۔

"تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ ہانا ش بھائی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ویسے تو تمہیں دیکھ کر ان کی انتظار کی ساری کوفت دور ہو جائے گی۔ پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں اتری ہو" ولیمہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔ حرم مسکراہٹ دبا کر اس کو مصنوعی خفگی سے گھورتی علین کا ہاتھ تھام کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

ہانا ش گاڑی کے پاس کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کے تھری پیس میں، بالوں کو سلیقے سے پیچھے کی طرف سیٹ کیے، وہ ہمیشہ کی طرح خوب رو اور جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔ حرم علین کا ہاتھ پکڑ کر اس طرف آئی۔ اس کو دیکھ کر سر مئی آنکھوں میں ستائش ابھری۔ وہ کاسنی رنگ کا ہلکی ہلکی کڑھائی والا سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ سیاہ بالوں کو کچھر میں

مقید کیے، ہلکے سے میک اپ میں وہ واقعی پیاری لگ رہی تھی۔ ہاناش نے گھوم کر اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ وہ مسکرا کر شکریہ ادا کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"اچھی لگ رہی ہو" ہاناش گاڑی میں بیٹھ کر اس کو دیکھتا ہوا بولا۔ علین پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

"لگنے سے کیا مراد؟ کیا میں اچھی اور خوبصورت نہیں ہوں؟" حرم نے مصنوعی خفگی اور ادا سے استفسار کیا۔

"عملاً بتاؤں یا زبانی کلامی؟" ہاناش اس کی طرف ہلکا سا جھک کر دلکشی سے مسکراتا ہوا بولا۔ حرم نے سرخ چہرے کے ساتھ اس کو گھورا۔

"علین کا تو خیال کر لیں۔" اس کے دبے دبے تنہیسی لہجے پر وہ مسکراہٹ دبا کر سیدھا ہوا اور گاڑی سٹارٹ کر کے راستے پر ڈال دی۔

\*\*\*\*\*

وہ تینوں ریسٹورینٹ میں داخل ہوئے۔ پورے ریسٹورینٹ میں کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ آرام دہ ماحول میں کھانے سے لطف اندوز ہوتے لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ گلاس وال کے ساتھ والی ٹیبل کا انتخاب کر کے وہ اس کی جانب بڑھ گئے کیونکہ وہاں سے باہر گارڈن میں لگے مختلف اقسام کے رنگ برنگے پھول صاف نظر آرہے تھے۔ ان دونوں کو بٹھانے کے بعد ہاناش خود بھی گھوم کر ٹیبل کی دوسری طرف بیٹھ گیا۔

"کیا کھائے گی میری پرنس؟" اس نے مینیو کارڈ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

www.urdu novels mania.com

"وہی جو بابا کھائیں گے۔" وہی جواب جو ہمیشہ ملتا تھا۔

"اور بابا بھی وہی کھائیں گے جو ماکھائیں گی۔ اس لیے میں خود ہی کچھ آرڈر کر لیتی ہوں۔ آپ دونوں مینیو کارڈ کو چھاننے کا تکلف مت کریں۔" حرم کے کہنے پر ہاناش نے مسکراہٹ دبا کر مینیو کارڈ واپس رکھا اور ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو بلایا۔

ویٹر ہاناش کو دیکھ کر چونکا۔ ہاناش نے اسے سنجیدگی سے دیکھا تو وہ گڑبڑا کر جلدی سے آرڈر نوٹ کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں بھی کھانے سے لطف اندوز ہوتے ریسٹورینٹ کے منظر کا حصہ بن چکے تھے۔ اس بات سے قطعی انجان کہ اب سے کچھ دیر بار کیا ہونے والا ہے۔

ویٹر ارد گرد دیکھتا ہوا تیزی سے ریسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اب وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے چہرے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ پھر متوازن چال چلتا ہوا باہر آیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

گولیوں کی ٹڑٹڑاہٹ سے خوف و ہراس کی ایک شدید لہر پورے ماحول میں دوڑ گئی۔ لوگ چیخ و پکار کرتے خود کو گولیوں سے بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ حرم نے پریشانی سے ہاناش کو دیکھا۔ وہ اسے پرسکون رہنے کا اشارہ کرتا ہوا پیچھے ہونے ہی لگا تھا کہ ایک گولی شیشہ توڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"ہاناش" حرم زور سے چیخی لیکن تب تک دیر ہو گئی تھی۔ گولی اس کے سینے سے آر پار ہوتی ہوئی زمین پر گری تھی۔

ہاناش نے آہستہ سے گردن جھکا کر دیکھا۔ اس کی سفید شرٹ خون سے سرخ ہو چکی تھی۔ بے ساختہ حرم کے دونوں ہاتھ منہ پر گئے۔ وہ تکلیف سے دوہرا ہوتا زمین پر جھکتا چلا گیا۔ حرم بدحواس سی تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔ عین اسی وقت ایک اور آگ کا شعلہ شیشے سے آر پار ہوتا ہوا آیا اور حرم کی ریڑھ کی ہڈی میں گر ٹھ گیا۔

علین پھٹی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو زمین پر ڈھیر ہو چکے تھے۔ گولیوں کی ٹڑاہٹ اب ختم ہو چکی تھی۔ دور کہیں سے ایمبولینس کا سارن سنائی دے رہا تھا۔ لیکن اس کے ارد گرد تو سب کچھ ساکت ہو گیا تھا۔ کوئی آواز اسے سنائی دے رہی تھی نہ ہی ان دونوں کے سوا کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

اسے نہیں پتا چلا کہ کب ان دونوں کو ایمبولینس میں لے جایا گیا۔ وہ تو سب جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر آرام دہ حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ سفید اور ہلکے نیلے رنگ سے سجا کمرے میں ہر چیز برانڈیڈ تھی اور کیوں نا ہوتا۔ حرام کا پیسہ جمع کر کے اس نے اپنے اکاؤنٹس بھر رکھے تھے۔

دفعاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے بیزاری سے ارد گرد دیکھا اور پھر بولا۔

"آجاؤ"

صارم کمرے میں داخل ہوا اور سنجیدگی سے بولا۔

"سر کام ہو گیا ہے۔" اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری اور ہونٹ مکروہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"بہت خوب" اس کے مکروہ قمقمے کو سننے کمرے کے درودیوار ساکت تھے۔ شاید اب وہ ان قمقموں کو سننے کا عادی ہو چکے تھے۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

"ناظرین اہم خبر سے آپ کو آگاہ کرتے چلیں کہ کراچی کی ایک مصروف شاہراہ پر بنے ریسٹورینٹ میں دہشت گردی کا واقعہ پیش آیا ہے۔ دو افراد موقع پر بھی جان سے ہاتھ دھو

بیٹھے ہیں جبکہ تین کوشدیز زخمی حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ جاں بحق ہونے والوں میں سید ہاناش شاہ بھی ہیں جبکہ ان کی بیوی بھی شدید زخمی ہوئی ہیں۔ ایک بار پھر آپ کو بتاتے چلیں کہ۔۔۔۔۔ "نیوز اینکر پورے جوش سے اطلاع دے رہا تھا اور اس کا دماغ سہی معنوں میں ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

دل و دماغ اس خبر کو قبول کرنے پر راضی ہی نہیں تھے لیکن ہاسپٹل اور دیگر جگہوں سے موصول ہونے والی فون کالز کی وجہ سے اسے یقین کرنا ہی پڑا تھا۔ بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ باہر کی طرف بھاگا تھا۔

ولیم شاہ نے حیرت سے اسے بھاگتا دیکھا۔ کانوں میں نیوز اینکر کی آواز پڑی تو وہ ٹی وی کی جانب متوجہ ہوئیں۔ ٹی وی پر چلنے والی خبر ان کو پتھر کا کرنے کے لیے کافی ثابت ہوئی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھے وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔

\*\*\*\*\*



چند گھنٹے پہلے :-

"سر آپ کو کچھ بہت ضروری بتانا ہے۔" وہ سنوکر کلب میں کھڑا تھا جب اس کا سیکرٹری تیزی سے اندر آ کر بولا۔

ڈسکولائٹس میں کلب کا منظر کچھ حد تک واضح تھا۔ تھری پیس سوٹ پہنے ہاتھ میں سنوکر سٹک پکڑے وہ ٹیبل کے سامنے کھڑا تھا۔ چہرے پر پڑتی سرخ اور نیلی روشنیوں میں صرف گہری موچھیں اور چمکتی ہوئی آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں۔ ٹیبل کے دوسری جانب جدید تراش خراش والے سیاہ لباس میں ملبوس اس کی بیٹی نیہا کھڑی تھی۔ میک اپ سے اٹے چہرے پر اچانک بیزاری چھائی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"ہاں بولو صارم"

"سروہ ہاناش شاہ اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ باہر نکلا ہے۔ ہمارے پاس یہ اچھا موقع ہے انہیں ختم کرنے کا۔ کیس جیتنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔" صارم پر جوش لہجے میں بولا۔ نیہانے کوفت سے اسے دیکھا پھر بولی۔

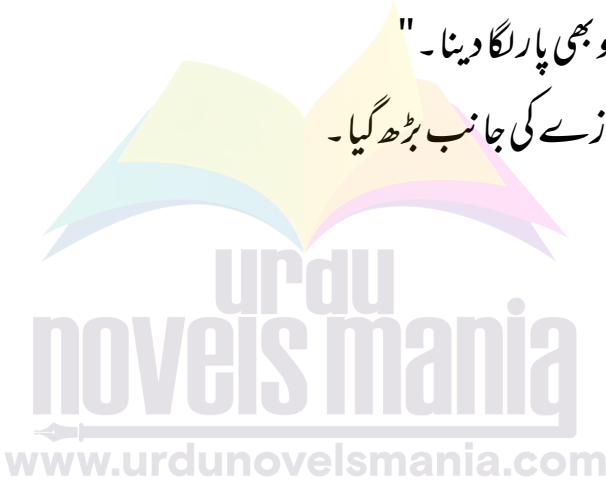
"اپنی کام چوری کو کور کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔"

اس نے سٹک سے بال کو ہٹ کیا۔ بال گھومتی ہوئی دوسری بال سے ٹکرائی اور وہ دونوں ٹیبل کے کونے میں بنے ہول میں جا گریں۔ آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری۔

"ہم ٹھیک ہے۔ دو چار ماہر شوٹرز کو بھیج دو۔ جب وہ کسی پبلک پلیس پر ہوں تب ہاناش کو مروادینا۔ اس کی بیوی خود ہی پیچھے ہٹ جائے گی۔ اور ہاں اپنے آدمیوں کو کہنا کہ ساتھ میں دو چار عام لوگوں کو بھی مار دیں تاکہ یہ دہشت گردی لگے۔ اگر اس بار بھی کوئی غلطی ہوئی تو تم اپنے کفن کا انتظام خود کر لینا۔" اس کے سفاک لہجے پر صارم نے جھرجھری لی۔

"ڈیڈی اس کی بیوی کو بھی مروائیں۔ آپ جانتے نہیں ہیں اس جاہل عورت نے مجھ سے کتنی بد تمیزی کی تھی مال میں اور اس نے مجھے تھپڑ بھی مارتھا۔" نیہا کے غصے سے کہنے پر صارم پورا کانپ گیا تھا۔ انسان کہلائے جانے کے لائق نہیں تھے یہ لوگ۔ لوگوں کو تو ایسے مارنے کا کہہ رہے تھے جیسے انسان نہ ہوں بھیر بکریاں ہوں۔

"یار اس پراسیکیوٹر کو بھی پار لگا دینا۔"  
صارم سر ہلا کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔



"صارم"  
"جی ہاں"

"اس بچی کو مت مارنا۔ وہ تو ویسے ہی بے ضرر ہے۔" نیہا نے بیزاری سے سر جھٹکا۔  
صارم وہاں سے چلا گیا اور وہ دونوں پھر سے اپنے کھیل میں مصروف ہو گئے۔

\*\*\*\*\*

حال :-

"میری بد نصیبی تو دیکھو علین کہ نہ میں اپنے بھائی بھابھی کو بچا سکا اور نہ ہی ان کی اولاد کو۔ ابراہیم اور ولیجہ گواہ ہیں کہ میں ایک دن بھی سکون سے نہیں سو سکا۔ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا میں نے تمہیں۔ پورا کراچی چھان مارا لیکن تمہارا نام و نشان تک نہ مل سکا۔" سیفن شاہ رندھے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے۔

حماز سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایک کے بعد ایک آنسو اس کے ہاتھ کی پشت پر گرتے جا رہے تھے۔ ابراہیم بھی سنجیدہ سا ہو کر بیٹھا تھا۔

www.urdu novels mania.com

"اس کیس کا کیا ہوا جسے ماما پراسیکیوٹر کر رہی تھیں؟" چند لمحوں بعد علین کی سپاٹ سی آواز گونجی۔

"وہ کیس دوسرے پراسیکیوٹر کو مل گیا تھا۔"

"اور فیصلہ؟"

"ظاہر ہے۔ فیصلہ تو قریشی کے حق میں ہی ہوا تھا جس نے یہ سب کروایا تھا۔" ان کا لہجہ تلخی لیے ہوئے تھا۔

"تو آپ نے اس فیصلے کو چیلنج کیوں نہیں کیا؟ اور ماما بابا کے قتل کا کیس کیوں نہیں کروایا اس کے خلاف؟" اب کی بار علین بولی تو لہجے میں طنز کا عنصر نمایاں تھا۔

"حکومت نے اس سانحے پر دہشت گردی کا ٹیگ لگا دیا تھا۔ اور میں اپنے حواسوں میں ہی کہاں تھا۔ بھائی کا قتل، اس کی اولاد کی گمشدگی، بزنس میں نقصان۔ ایک کے بعد ایک عذاب قبر بن کر ٹوٹا تھا مجھ پر۔ میں تو اپنی ذات سے بھی لا تعلق ہو گیا تھا۔ لیکن تمہارا شکوہ برحق ہے۔ قریشی کے ساتھ ساتھ میں بھی اپنے بھائی کا مجرم ہوں جو اس کو اتنی آسانی سے جانے دیا۔ میں جانتا ہوں علین کہ میں ہر گز معافی کے لائق نہیں ہوں لیکن تم پلیز ایک بھائی کا بھرم رکھ لو جو پچھلے کئی سالوں سے بے سکون ہے۔ ہر دن ایک نئی اذیت لاتا ہے

میرے لیے۔ "سرجھکا کر شرمندگی سے بولتے ہوئے آخر میں انہوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

علین تو کیا حماز اور ابراہیم بھی اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔ کچھ سیکنڈز تک علین ان کے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھتی رہی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر خاموشی سے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا اور بغیر کچھ کہے سٹی روم سے نکل گئی۔ اور وہ سب آنکھوں میں سنجیدگی، تشکر اور شکوہ لیے اس کی پشت کو دیکھتے رہ گئے۔

\*\*\*\*\*

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی جہاں سب ہی موجود تھے۔ سب نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ ہلکے آسمانی رنگ کے سوٹ میں وہ پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔ خود پر جمی نظروں کو انگور کرتی ہوئی وہ کرسی کھینچ کر بیٹھی۔ پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا نکالا اور خاموشی سے کھانے لگی۔ باقی سب بھی کھانے میں مصروف ہو گئے۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" کچھ دیر بعد اس کی آواز ابھری۔ ایک بار پھر سب کی نظریں اس کے سمت اٹھیں۔

"میں سی ایس ایس کا امتحان نہیں دوں گی بلکہ ایل ایل ایم میں ایڈمیشن لوں گی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر گردن گھما کر سیفین شاہ کو دیکھا۔

"لیکن علین بیٹا آپ لاء۔۔۔۔۔" انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے درمیان میں ہی ان کی بات کاٹ دی۔

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ میرے کسی فیصلے میں نہیں بولیں گے۔ میں اپنے ہر فیصلے میں آزاد ہوں۔" وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"ابراہیم کیا تم مجھے اپنے کالج کا ایڈمیشن فارم لا دو گے؟" اب وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ ابراہیم نے خاموشی سے سر ہلادیا۔ وہ بھلا اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

\*\*\*\*\*

سیاہ آسمان پر سفید موتی بکھرے ہوئے تھے۔ کھلے آسمان تلے وہ آج پھر ستاروں سے باتیں کرنے آئی تھی۔ یہ اس کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا تھا۔

قدموں کی چاپ پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ابراہیم کافی کے دو کپ ہاتھوں میں پکڑے وہیں چلا آیا تھا۔ علین نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک کپ تھام لیا۔

کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ خاموشی سے آسمان کو تنکے جا رہی تھی اور ابراہیم اس کو۔ چند لمحوں بعد خاموشی کا پردہ چیرتی ہوئی ابراہیم کی آواز ابھری۔

www.urdu novels mania.com

"تو تم بدلہ لینا چاہتی ہو بڑے پاپا اور بڑی ماما کی موت کا؟"

"بدلہ نہیں انصاف"



"ایک ہی بات ہے۔"

علین اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"ایک بات نہیں ہے بدلے اور انصاف میں فرق ہوتا ہے۔"

"تمہیں پتا ہے ابراہیم آج سے ایک مہینہ پہلے تک میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میں یہاں آؤں گی۔ مجھے اپنے ماں باپ کا 'بدلہ' چاہئے تھا لیکن میری پلاننگ میں یہاں آنا ہرگز شامل نہیں تھا۔" وہ رکی۔ کافی کے چند قطرے حلق میں اتارے۔ پھر بولنے لگی۔

"پھر سیف چاچو نے مجھے ڈھونڈ نکالا۔ میں نے تہیہ کیا تھا کہ میں کسی بھی قیمت پر واپس نہیں جاؤں گی۔ لیکن پھر اچانک ہی ایک فیصلہ ہوا اور میں یہاں آ گئی۔ پھر سوچا کہ میں اپنے بھائی کے علاوہ کسی سے بات نہیں کروں گی اور نہ ہی کسی کو معاف کروں گی۔ لیکن تم نے ٹھیک کہا تھا ابراہیم۔ ہم سب نے ہی کچھ نہ کچھ کھویا ہے۔ میں نے اور میرے بھائی نے اپنے ماں باپ کو دے دیے۔ سیف چاچو سے ان کا بھائی، ان کا دوست چھن گیا۔ ولیجہ چچی نے اپنے پر خلوص رشتے گنوا دیے۔ ہم سب کی زندگیوں میں خلا آ گیا تھا۔ تو پھر میں کون ہوتی

ہوں کسی کو معاف کرنے یا نہ کرنے والی۔ اس لیے اب میں سب کو اپنی زندگی میں دوبارہ وہی مقام دینا چاہتی ہوں جو ان کا آج سے پندرہ سال پہلے تھا۔ "وہ مڑی۔ ابراہیم کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"ہر کام کا ایک صحیح وقت ہوتا ہے اور وہ اس وقت میں ہی بہترین طور پر انجام دیا جاسکتا ہے۔ تمہیں یہاں آنا تھا ہم سب کے درمیان لیکن قسمت نے اس کا بھی وقت مقرر کر رکھا تھا۔ اور اب جیسا کہ تم نے کہا کہ تمہیں اپنے والدین کے لیے انصاف چاہیے۔

"ویسے اب وکالت کیوں؟ تم تو سی ایس ایس کی تیاری کر رہی تھی نا؟" کافی کا خالی کپ ایک سائڈ پر رکھ کر وہ جھولے میں بیٹھ گیا۔

www.urdu novels mania.com

"اس کی بھی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ میں وکیل بن کر اپنی خاندانی روایت برقرار رکھنا چاہتی ہوں۔"

"اور دوسری؟"

"تمہیں یاد ہے جب ہم دونوں ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے تو میں سکول میں تمہاری ایکوٹیز نوٹ کرتی تھی اور گھر آ کر سیف چاچو کو سب بتا دیا کرتی تھی۔ پھر تمہیں ڈانٹ پڑتی تھی تو تمہارے تاثرات دیکھ کر مجھے بہت مزہ آتا تھا۔ تو دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ہماری اس روایت کو بھی پھر سے زندہ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ مسکراہٹ دبا کر مصنوعی معصومیت سے کہتی، ابراہیم سے کچھ فاصلے پر جھولے میں ہی آ بیٹھی۔

"جاسوسی کرنے اور شکایت لگانے میں تو تم ہمیشہ سے ماہر رہی ہو۔" وہ خشمگین لہجے میں بولا۔

پھر سے دونوں کے درمیان خاموشی کی دیوار حائل ہو گئی جسے اس بار بھی ابراہیم نے ہی توڑا تھا۔

"علین میرے ایک سوال کا جواب دو گی؟"

"پوچھو"

"اس کہانی میں میرا کیا کردار ہے؟ تمہاری زندگی میں، میں کس مقام پر ہوں؟"

"تم۔۔۔۔۔" اس نے سوچنے کی ایکٹنگ کی۔

"تم ملکہ کے سب سے زیادہ وفادار غلام ہو۔"

"وفادار تو ٹھیک ہے لیکن غلام؟ تم کچھ زیادہ ہی پھیل نہیں گئی؟" وہ سر جھٹک کر ہنس پڑا۔

"تو کیا تمہیں بادشاہ بناؤں؟" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ویسے اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"ہونہ۔ یہ منہ اور مسور کی دال" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"مت بھولو کہ تمہیں مسور کی دال ہمیشہ سے بہت پسند رہی ہے۔" اسے چڑایا۔

علین نے اسے گھورا اور پھر وہ دونوں ہنس دیے۔

\*\*\*\*\*

سات سال بعد :-

کمرہ عدالت کے درودیوار خاموش تماشائی بنے آج پھر کسی کی زندگی اور موت کے فیصلے کو سننے کے لیے تیار تھے۔

دائیں قطار کے آغاز میں رکھی کرسیوں پر علین اور ابراہیم بیٹھے تھے جو سانس روکے جج صاحب کو دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد جج صاحب کی بارعب آواز گونجی۔

"تمام شہوتوں اور گواہوں کی موجودگی میں یہ عدالت ملزم جبران قریشی کو سزائے موت سناتی ہے۔"

ان دونوں کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔ علین نے نم آنکھوں سے ابراہیم کو دیکھا۔  
وہ بھی اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

\*\*\*\*\*

یہ منظر روشنیوں کے شہر کراچی کی ایک مصروف شاہراہ کا ہے۔ مسافر تیزی سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو فٹ پاتھ پر آرام سے بیٹھے تھے جیسے ان کی کوئی منزل ہی نہ ہو۔

اسی سڑک کے دائیں جانب بنی عمارتوں میں سے ایک عمارت میں داخل ہو تو اس کا ماحول باہر کے شور شرابے کے بالکل برعکس تھا۔ چھوٹے سے ہال میں لگے اے سی کی ٹھنڈک میں کچھ لوگ آرام سے چہل قدمی کرتے اپنے فارغ وقت سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو کچھ اپنے کام میں مصروف تھے۔ اسی ہال کے اختتام میں سیڑھیاں اوپر کی جانب چڑھ رہی تھیں۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر متوازن چال چلتی ہوئی ایک کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کا منظر کچھ یوں تھا کہ ابراہیم رانگ چنیر پر آرام دہ حالات میں بیٹھا موبائل پر کوئی گیم کھیل رہا تھا۔ سامنے ٹیبل پر کافی اور ادھ کھایا سینڈوچ پڑا تھا۔ اس نے گردن گھما کر دوسری طرف دیکھا۔ حافظ تھری سیٹر صوفے پر منہ پر فائل رکھے لیٹا ہوا تھا۔ ایک دم سے اس کا پارہ ہائی ہوا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم دونوں کو میں نے ایک کام دیا تھا۔ اور تم نے کہا تھا کہ میں بے فکر ہو کر جاؤں۔ میرے آنے تک تم کام مکمل کر کے رکھو گے۔" علین کی غصے سے بھری آواز سن کر ابراہیم ایک دم اچھلا۔ ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر زمین پر گرا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ سکرین پر ایک بڑا سا کریک اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ اور حافظ جو صوفے پر سویا ہوا تھا ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھا۔ فائل اس کے اوپر سے سلیپ ہو کر زمین پر گر گئی۔ سارے صفحے زمین پر بکھر گئے۔

"بہت اچھا ہوا۔ بلکہ تم دونوں اس سے زیادہ براڈیزرو کرتے ہو۔" اس کی طنزیہ آواز پر وہ دونوں شرمندہ سے سیدھے ہو کر بیٹھے۔

"ابراہیم تو ہے ہی کام چور۔ لیکن حاذق مجھے آپ سے اتنی غیر سنجیدگی کی امید نہیں تھی۔" اس کے مزید شرمندہ کرنے پر حاذق سر جھکائے واش روم میں گھس گیا۔

"اوو ہیلو۔ وہ مجھ سے پہلے ہی خراٹے مارنے لگ گیا تھا۔ اب میں بچارہ اکیلا کیسے سارا کام کرتا" ابراہیم خفگی سے بولا۔

"ہاں وہ سو گیا تھا تو تم نے سوچا کہ چلو اچھا ہی ہوا۔ کام سے جان چھٹ گئی۔ بجائے اسے اٹھانے کے تم خود کھیل میں لگ گئے۔ اور تمہاری گیم کھیلنے والی عمر رہ گئی ہے کیا اب" علین کی ڈانٹ کو منہ بنا کر سنتا آخری جملے پر تو وہ تڑپ ہی اٹھا۔

"ہاں ہاں بالکل۔ پچاس ساٹھ سال کا ہو گیا ہوں میں تو۔ ابھی تک تو میری جوانی بھی ختم نہیں ہوئی۔ میں نے سہی سے دنیا بھی نہیں دیکھی۔ اور تم طنز کرنا بھی شروع ہو گئی ہو کہ گیم



کھیلنے والی عمر نہیں رہی اب۔ "اس کے اس قدر شدید واویلا مچانے پر علین نے اسے کینہ توڑ نظروں سے گھورا۔

"پہلے تو صرف لڑکیوں کو کم عمر بننے کا خبط ہوتا تھا۔ اب تو لڑکے بھی اس میدان میں اتر آئے ہیں۔"

"خیر میں اس معاملے میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ آخر تمہارا جیلس ہونا بنتا بھی ہے۔" علین بس اسے دیکھ کر ہی رہ گئی۔

حافظ گلاسز لگاتا ہوا واش روم سے باہر آیا اور علین کو دیکھے بغیر صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ زمین سے فائل اٹھا کر اس میں پیچرز رکھے۔

"میں اسے کل تک مکمل کر لوں گا۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پر علین نے سر ہلایا اور رانگنگ چئیر پر بیٹھ کر اپنا لیپ ٹاپ آن کر لیا۔ ابراہیم مزے سے حافظ کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔

اس کو پھر سے موبائل چلاتا دیکھ کر علین نے اس کو گھورا۔ جواباً اس نے بھی علین کو گھورنا شروع کر دیا۔ حاذق ہونق بنا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"اہم اہمسم" اس کے زور سے گلا کھنکھارے پر وہ دونوں ایک دم سیدھے ہوئے۔

"حاذق اس کو بولیں اگر یہ میرے ہاتھوں ضائع نہیں ہونا چاہتا تو شرافت سے کام کر لے۔" علین اسے کینہ تو زنگڑوں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"کام کے علاوہ تمہیں دوسری کوئی بات۔۔۔۔۔" ابراہیم جواب دینے ہی لگا تھا کہ اس کو علین کی سیکرٹری کی آمد پر خاموش ہونا پڑا۔

"میم ایک آدمی آیا ہے آپ سے ملنے۔"

"آپ نے انہیں بتایا نہیں کہ میں نے آج کام سے آف لیا ہوا ہے؟" علین کے سنجیدگی سے پوچھنے پر وہ ایک لمحے کے لیے گڑبڑائی۔

"میم وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آپ سے ملے بغیر نہیں جائیں گے چاہے انہیں سارا دن ہی کیوں نا انتظار کرنا پڑے۔"

ابراہیم اور حاذق نے علین کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ انہیں اندر بھیج دیں"

کچھ دیر بعد علین ان سے پوچھ رہی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"میرے بیٹے کا قتل ہوا ہے۔ میں ایف آئی آر درج کروانے پولیس اسٹیشن گیا تھا لیکن انہوں نے میری بات ہی نہیں سنی۔ مجھے آپ کی مدد چاہیے۔" وہ عاجزی سے بولے۔

"آپ کے بیٹے کا قتل کیوں ہوا تھا؟ وجہ معلوم ہے آپ کو؟" علین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا بیٹا ایک ریسٹورینٹ میں ویسٹر کی نوکری کرتا تھا جس کا کام صرف لوگوں کو کھانا پیش کرنا اور اٹھانا تھا۔ کچھ عرصے بعد اس کو منیجر کی پوسٹ پر رکھ لیا۔

جب منیجر بنا تو ان کے کالے دھندے سے بھی واقف ہو گیا۔ ریسٹورینٹ کے مالک نے اسے بھی اپنے ساتھ ملنے کی آفر کی۔ جس پر وہ بھڑک اٹھا اور ایف آئی آر درج کروانے پولیس کے پاس پہنچ گیا۔ ایف آئی آر تو کیا کٹنی تھی پولیس نے اس کی خبر ہی ہی کر دی۔

www.urdu novels mania.com

ریسٹورینٹ کے مالک نے اس کی غداری پر مشتعل ہو کر اس کو جان سے مروا دیا۔ میرا بیٹا چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ ناجانے کتنے خواب اس کے حوالے سے ہم سب نے دیکھ رکھے تھے۔ ماں جو ان اولاد کا صدمہ برداشت نہ کر سکی اور اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ بیٹا

میں بہت پر امید ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس بڑھاپے کی لاج رکھ لیں۔" بولتے بولتے ان کی آنکھیں آبدیدہ اور گلہ رندہ گیا تھا۔

سر جھکا کر بیٹھے وہ مفلسی اور غم کا مجسمہ لگ رہے تھے۔ ان تینوں کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"آپ نے ابھی کہا کہ پولیس نے آپ کے بیٹے کی بار ریسٹورینٹ کے مالک کو خبر کر دی تھی تو آپ کی بارکیوں نہیں کی؟ اور اگر اس ریسٹورینٹ کا مالک آپ سے بدلہ لینے پر آگیا تو آپ کو اندازہ بھی ہے کہ کتنا نقصان ہو سکتا ہے؟" ابراہیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"انجام کی پرواہ نہیں ہے اب مجھے۔ اپنے بڑھاپے کا سہارہ تو کھو چکا ہوں۔ مزید ہے ہی کیا میرے پاس"

"آپ ان لوگوں کو سزا کیوں دلوانا چاہتے ہیں؟" اب کی بار حاذق نے سوال کیا۔

"تاکہ ایسے درندہ صفت لوگ عبرت پکڑیں اور مزید کسی بے گناہ پر ظلم نہ ہو سکے۔" ایک دم سے ان کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی در آئی۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اگر تو یہ کیس ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے بتایا ہے تو اس کیس کو جیتنے کے لیے میں ہر حد تک جاؤں گی۔" ان کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"شکریہ بیٹی۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔" تشکر سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ علین نے آسودگی سے مسکراتے ہوئے ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر چلے گئے۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

"علین تمہیں کیا لگتا ہے کہ یہ آدمی سچ بول رہا تھا؟" اس آدمی کے جانے کے بعد ابراہیم پر سوچ انداز میں بولا۔

"لگ تو یہی رہا تھا" حاذق نے کندھے اچکائے۔

"اہنہ۔ لگنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں ہر شخص کے کم از کم دوپہرے تو ضرور ہیں۔" وہ بولی۔

"ابراہیم اس آدمی کہ بارے میں معلومات لو۔ اگر یہ سچا ہوا تو ہم ہر حال میں اس کی مدد کریں گے اور اگر جھوٹا ہوا تو آگے کا کام تم جانتے ہو۔" اس نے مزید کہنے پر ابراہیم نے سر ہلا دیا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"علین اس ریسٹورینٹ کا مالک کافی خطرناک ہے اور اس کے کئی بدنام زمانہ لوگوں سے تعلقات بھی ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں اس کام میں گھسنا چاہیے۔" ابراہیم بولا تو حاذق نے بھی اس کی بات کی حمایت کی۔ علین نے سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر بولی۔

"میں نے بدنام زمانہ گنڈوں اور انتہائی کرپٹ سیاستدانوں کو سزا دلوائی ہے۔ تم دونوں کو کیا لگتا ہے کہ میں اس کام میں نئی ہوں۔ بے فکر ہو جاؤ دونوں۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"خیر بیک ٹوورک۔ مجھے یہ فائلز آج ہر حال میں چاہئیں۔" علین کرسی کھسکا کر لپ ٹاپ پر مصروف ہو گئی۔ حافظ نے مزے سے ایک فائل ابراہیم کی گود میں رکھ دی۔ اور وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

\*\*\*\*\*

علین آ بھی جاؤ اب باہر۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ "فون کان سے لگائے وہ" چڑ کر بولا۔

وہ اس وقت ان کے آفس کی عمارت کے سامنے اپنی گاڑی کے پاس کھڑا علین کا انتظار کر رہا تھا لیکن کافی دیر گزر جانے کے باوجود وہ ابھی تک باہر نہیں آئی تھی۔

"آ رہی ہوں بس دو منٹ مزید صبر کر لو۔" فون کان سے لگائے وہ تیزی سے میز پر بجھرے صفحات اکھٹے کر رہی تھی۔



ان صفحات کو ترتیب دے کر فائل میں لگانے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا اور پھر موبائل اور بیگ اٹھاتی جلدی سے آفس سے نکلے۔

چند لمحوں بعد وہ عمارت کے خارجی دروازے سے نکل کر ابراہیم کی گاڑی کی طرف بڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔

"پچھلے آدھے گھنٹے سے میں یہاں کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اگر تمہارا کام زیادہ تھا تو بتا دیتی۔ کم از کم میں یہاں کھڑا دھوپ میں جل نہ رہا ہوتا۔" ابراہیم کے خفگی سے کہنے پر اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس نے ایک الوداعی نظر آفس کی عمارت پر ڈالی جس کے باہر سلور کے بڑے بڑے حروف سے "ایچ اے لاء ہاؤس" لکھا ہوا تھا۔ ان لفظوں کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں الوہی سی چمک اتری تھی۔ بالآخر اس نے اپنے ماں باپ کا خواب پورا کر دیا تھا۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ گامزن لگائے اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ چند لمحوں بعد گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ گاڑی کے شیشوں کے پار بھاگتے مناظر کو دیکھتے ہوئے وہ خود سے مخاطب تھی۔

"میں ہوں علین ملک۔ حرم ملک اور سیدہ ناش شاہ کی بیٹی۔ اپنی ماں کی طرح نڈر اور اپنے باپ کی طرح ثابت قدم۔ کچھ لوگوں کو لگتا ہے کہ ہر انسان کے دنیا میں آنے کا ایک مقصد ہوتا ہے اور جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو وہ انسان اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ لیکن شاید وہ لوگ نہیں جانتے کہ بعض اوقات کچھ اہم مقاصد دھورے بھی رہ جاتے ہیں تاکہ ان کو مکمل کرنے کے لیے مزید اچھے لوگ دنیا میں آسکیں۔ میرے ماں باپ کا بھی اپنی زندگی کا ایک مقصد تھا۔ حق و عدل اور سچائی کی خدمت کرنا۔ لیکن وہ مقصد ادھورا رہ گیا تھا۔ اور اب اس مقصد کو میں پورا کروں گی۔ میں انسانیت کی خدمت کروں گی۔ کسی معصوم کے ساتھ ناحق زیادتی نہیں ہونے دوں گی کیونکہ میں حرم ملک اور سیدہ ناش شاہ کی بیٹی ہوں۔ میں ہوں علین ملک"

www.urdu novels mania.com

"علین کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ابراہیم کی آواز پر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہوں؟"

"کیا سوچ رہی ہیں ملکہ عالیہ؟"

"کچھ نہیں" اس نے شانے اچکا دیے۔

"سوچ تو تم رہی تھی لیکن شاید بتانا نہیں چاہتی۔" وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"شاید" اس نے پھر سے شانے اچکا دیے۔

ابراہیم نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ علین نے اس کو گھور کر دیکھا۔ اور پھر وہ دونوں ہنس دیے۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\* ختم شد \*\*\*\*\*